باب دوم

ایمانیات و عبادات

(1) ایمانیات

(الف) توحید کے دلائل اور تقاضے

حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کو پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- توحید کے معنی و مفہوم کو جان سکیں۔
- توحید و شرک کی اقسام اور توحید کے تقاضوں سے واقفیت حاصل کر سکیں۔
- عملی زندگی میں توحید کے فوائد و ثمرات اور شرک کے نقصانات کا جائزہ لے سکیں۔
- توحید باری تعالیٰ کی اہمیت جان کر اپنا ایمان مضبوط کر سکیں۔
- وجود باری تعالیٰ کے دلائل سے آگاہ ہو کر کفر و الحاد سے بچ سکیں۔
- وجود باری تعالیٰ اور توحید کے دلائل سے آگاہ ہو سکیں۔
- توحید کے دلائل جان کر شرک سے پاک رہ سکیں۔

Web version of PECTAA textbook Not for sale

وجودِ باری تعالیٰ اور توحید کے دلائل

توحید کے لغوی معنی ایک ماننا اور یکتا جاننا کے ہیں۔ دین کی اصطلاح میں اللہ تعالیٰ کو اپنی ذات، صفات، ربوبیت، الوہیت اور عبادت میں اکیلا اور لاشریک ماننا، توحید کہلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جتنے بھی انبیائے کرام عَلَیْھِمُ السَّلَام مبعوث فرمائے سب نے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، اس کو ایک ماننے اور اسی کی عبادت کرنے کی تلقین فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو توحید کی اسی جبلت اور فطرت پر پیدا فرمایا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ؕ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ؕ (سُوْرَةُ الرُّوْمِ:30)

ترجمہ: تو آپ اپنا رخ یکسوئی کے ساتھ دین پر قائم رکھیں (یہی) اللہ کی وہ فطرت ہے جس پر اس نے لوگوں کو پیدا فرمایا۔

انسان کو اگر اس کی فطری طبیعت پر چھوڑ دیا جائے تو وہ اپنی فطرت کی آواز پر دینِ توحید ہی کو اختیار کرے گا۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے اسے پیدا فرمایا ہے کیوں کہ ذاتِ باری تعالیٰ اور اس کی توحید کا تصور اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت میں رکھا ہے۔

جس طرح گھڑی کو دیکھ کر گھڑی ساز کا تصور ذہن میں آتا ہے، مکان کو دیکھ کر معمار کا تصور ذہن میں آتا ہے، اسی طرح اس عظیم الشان کائنات کو دیکھ کر اس کے خالق کا تصور ضرور ذہن میں آتا ہے کیوں کہ کوئی بھی انسان یہ نہیں سوچ سکتا کہ اتنی بڑی کائنات خود بخود وجود میں

آسکتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

أَمْ خُلِقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ أَمْ هُمُ الْخَالِقُونَ ﴿35﴾ أَمْ خَلَقُوا السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ ۚ
بَل لَّا يُوقِنُونَ ﴿36﴾ (سُورَةُ الطُّورِ: 35-36)

ترجمہ: کیا وہ کسی (خالق) کے بغیر ہی پیدا کیے گئے ہیں یا وہ خود ہی (اپنے) خالق ہیں۔ کیا انھوں نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا ہے (ہرگز نہیں) بلکہ اصل بات یہ ہے کہ وہ یقین نہیں رکھتے۔

نظامِ کائنات میں مختلف جہانوں کا وجود اور ان میں تنوع خالقِ حقیقی کے وجود کا پتا دیتا ہے۔ کائنات میں پائی جانے والی تمام چیزوں کا از خود وجود میں آنا عقلاً محال ہے۔ آسمان و زمین، مختلف مخلوقات، ان کے رنگ و مزاج کا اختلاف، چشمے، ندیاں اور سمندر، انواع و اقسام کے پودے اور درخت اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ ایک ایسی ہستی موجود ہے جو ان سب کو کنٹرول کر رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کائنات کے نظم و ضبط کے بارے میں ارشاد فرمایا:

ترجمہ: وہ جس نے سات آسمان اوپر نیچے بنائے تم رحمٰن کی تخلیق میں کوئی فرق نہیں دیکھو گے، تو تم نگاہ ڈالو (اور دیکھو) کیا تمھیں کوئی شگاف نظر آتا ہے؟ پھر تم دوبارہ نگاہ ڈالو نگاہ تھک ہار کر تمھاری طرف ناکام پلٹ آئے گی۔ (سُورَةُ الْمُلْكِ: 3-4)

اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کی ایک ایک چیز کو ایک خاص ترتیب اور انداز سے پیدا فرمایا ہے اور وہ اپنی اس ترتیب و تنظیم سے ذرا برابر اِدھر اُدھر نہیں ہو سکتی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَا الشَّمْسُ يَنبَغِي لَهَا أَن تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا اللَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ۚ
وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ ﴿40﴾ (سُورَةُ يٰسٓ: 40)

ترجمہ: نہ سورج سے ہو سکتا ہے کہ وہ چاند کو پکڑ لے اور نہ ہی رات دن سے پہلے آسکتی ہے۔ اور سب (اپنے اپنے) دائرے میں تیر رہے ہیں۔

یہ کائنات اور اس میں موجود تمام مخلوقات اپنی اپنی تخلیق کا مقصد پورا کر رہی ہیں اور یہ نظام بغیر کسی خلل کے جاری و ساری ہے، ان تمام چیزوں کی ترتیب و تنظیم میں تضاد کا نہ ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ اس کائنات کو پیدا کرنے والا خالق ایک ہے کیوں کہ اگر ایک سے زیادہ خالق ہوتے تو اِس کائنات کا نظام درہم برہم ہو جاتا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا ۚ (سُورَةُ الْأَنبِيَاءِ: 22)

ترجمہ: اگر ان (آسمان اور زمین) میں اللہ کے سوا اور (بھی) معبود ہوتے تو یقیناً دونوں درہم برہم ہو جاتے۔

اس کائنات اور اس میں موجود دیگر مخلوقات کے ساتھ ساتھ انسانی وجود میں بھی اللہ تعالیٰ کی نشانیاں موجود ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَفِيٓ اَنۡفُسِكُمۡ ؕ اَفَلَا تُبۡصِرُوۡنَ ﴿21﴾ (سُوۡرَةُ الذّٰرِيٰت:21)

ترجمہ: اور تمھاری ذات میں بھی (نشانیاں ہیں) تو کیا تم دیکھتے نہیں

انسانی جسم کا ایک ایک حصّہ اللہ تعالیٰ کے وجود کی گواہی دیتا ہے، انسانی وجود میں جو مواصلاتی نظام پایا جاتا ہے وہ دنیا کے کسی بھی نظام سے کہیں زیادہ مکمل اور پیچیدہ ہے۔ اگر ہم غور کریں تو ہمارے دل سے یہ آواز آئے گی کہ انسانی وجود یقیناً ایک عظیم خالق کی خوب صورت ترین تخلیق ہے اس انسان اور کائنات کو بنانے والا خالق اکیلا اللہ تعالیٰ ہے، اس میں کوئی دوسرا اس کا شریک نہیں ہے۔ یہی عقیدہ، عقیدۂ توحید کہلاتا ہے۔

توحید کی اقسام

توحید کی اقسام درج ذیل ہیں:

توحید فی الذّات

اللہ تعالیٰ اپنی حقیت اور ذات میں واحد اور یکتا ہے۔ وہ بے نیاز ہے۔ نہ اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے اور اس کا کوئی ہمسر نہیں۔

توحیدِ ربوبیت

توحیدِ ربوبیت یہ ہے کہ انسان اس بات پر ایمان لائے کہ اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کا خالق و مالک اور رازق ہے۔ اس میں کوئی اور اس کا شریک نہیں ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: اللہ ہی ہے جس نے تمھیں پیدا فرمایا پھر اس نے تمھیں رزق عطا فرمایا پھر وہ تمھیں موت دیتا ہے پھر وہی تمھیں زندہ فرمائے گا، کیا تمھارے شریکوں میں (بھی) کوئی ایسا ہے جو ان میں سے کوئی (بھی) کام کر سکتا ہو، وہ (اللہ) پاک ہے اور بہت بلند ہے اس سے، جو وہ شریک ٹھہراتے ہیں۔ (سُوۡرَةُ الرُّوۡم:40)

توحیدِ اُلوہیت

توحیدِ اُلوہیت سے مراد یہ ہے کہ اس بات پر ایمان لایا جائے کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی معبودِ برحق ہے اور اس کی عبادت میں کوئی اس کا شریک نہیں، یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی عبادت کرنا قطعاً جائز نہیں اور پھر پوری زندگی اللہ تعالیٰ کے احکام تحت گزارنا توحیدِ اُلوہیت ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

ترجمہ: جو شخص اپنے رب سے ملاقات کی امید رکھتا ہو تو اسے چاہیے کہ وہ نیک عمل کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔ (سُوۡرَةُ الكَهۡف:110)

توحیدِ اسماوصفات

اللہ تعالیٰ کو اس کے خاص اسماوصفات میں یکتا اور تنہا ماننا توحیدِ اسماوصفات ہے، یعنی یہ اعتقاد رکھنا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے اعتبار سے واحد، اکیلا اور یکتا ہے اسی طرح وہ اپنے خاص اسماوصفات اور افعال میں بھی واحد اور یکتا ہے۔

Web version of PECTAA textbook Not for sale

شرک کی اقسام

شرک کے لغوی معنیٰ "حصہ داری" اور "ساجھے پن" کے ہیں۔ دین کی اصطلاح میں شرک کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات یا صفات کے تقاضوں میں کسی اور کو اس کا حصہ دار اور ساجھی ٹھہرانا۔ شرک کی تین اقسام ہیں:

ذات میں شرک

اس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حقیقت میں کسی دوسرے کو حصہ دار سمجھنا۔ اس کی ایک صورت یہ ہے کہ کسی دوسرے میں یہی حقیقت مان کر اسے اللہ تعالیٰ کا ہمسر اور برابر سمجھنا، دوسری صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کسی کی اولاد سمجھنا یا کسی کو اللہ تعالیٰ کی اولاد سمجھنا، کیوں کہ والد اور اولاد کی حقیقت ایک ہی ہوتی ہے۔ لہٰذا جس طرح دو خداؤں یا تین خداؤں کو ماننا شرک ہے اسی طرح کسی کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا یا بیٹی سمجھنا بھی شرک ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ③ (سُوْرَةُ الْإِخْلَاص: 3)

ترجمہ: نہ وہ کسی کا باپ ہے اور نہ وہ کسی کا بیٹا ہے۔

صفات میں شرک

اس کا مفہوم یہ ہے اللہ تعالیٰ جیسی صفات کسی دوسرے میں ماننا اور اس کا علم، قدرت یا ارادہ کسی دوسرے کے لیے ثابت کرنا، کسی دوسرے کو ازلی و ابدی سمجھنا یا اس کی صفات کو ذاتی سمجھنا یا اللہ تعالیٰ کی طرح کامل سمجھنا، کسی دوسرے کو قادرِ مطلق تصور کرنا، یہ سب شرک ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ (سُوْرَةُ الشُّوْرٰى: 11)

ترجمہ: اس (اللہ) جیسی کوئی شے نہیں۔

صفات کے تقاضوں میں شرک

اللہ تعالیٰ عظیم صفات کا مالک ہے۔ ان صفات کی عظمت کا تقاضا یہ ہے کہ صرف اسی کی عبادت کی جائے اور اسی کے سامنے پیشانیاں جھکائی جائیں۔ حقیقی اطاعت و محبت کا صرف اسی کو حق دار سمجھا جائے اور یہ ایمان رکھا جائے کہ وہی حقیقی کارساز ہے۔ اقتدارِ اعلیٰ صرف اسی کے ہاتھ میں ہے۔ اسی کے قوانین پر عمل کرنا ضروری ہے اور اگر کوئی اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کی عبادت کرتا ہے یا اپنی پیشانی جھکاتا ہے یا حقیقی اطاعت و محبت کا حق دار سمجھتا ہے تو یہ صفات کے تقاضوں میں شرک کہلائے گا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ (سُوْرَةُ بَنِیْٓ اِسْرَآءِيْل: 23)

ترجمہ: کہ تم اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔

اللہ تعالیٰ ہی کو نعمتیں عطا کرنے والا سمجھا جائے اور خلوصِ دل سے اس کی عطا کردہ نعمتوں پر اس کا شکر بجا لایا جائے۔ ہر مشکل میں اللہ تعالیٰ ہی کو قادرِ مطلق اور اسباب پیدا کرنے والا سمجھ کر اسی کے فضل و کرم سے اپنی مجبوریوں کا حل تلاش کرنا چاہیے۔

Web version of PECTAA textbook
Not for sale

عقیدۂ توحید کے تقاضے

ہمیں عقیدۂ توحید پر ایمان رکھتے ہوئے شرکیہ تصورات اور اعمال سے بچنا چاہیے اور یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ شرک صرف لکڑی یا پتھر کے بُت کی پوجا کا نام نہیں بلکہ یہ بھی شرک ہے کہ اپنی مشکلات کے حل کے لیے یا اپنی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور سے لو لگائی جائے۔ بے شمار لوگ ایسے ہیں جو زبانی طور پر تو اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہیں لیکن عملاً اپنی اولاد، روزگار، صحت اور دیگر مسائل کو انسانوں کے سامنے اس عاجزی سے پیش کرتے ہیں جس کی مستحق صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ توحید کے تقاضوں میں محبتِ الٰہی، اطاعتِ الٰہی، اطاعتِ رسول ﷺ، خشیتِ الٰہی، توکل، دعا مانگنا اور نذر ماننا اور صرف اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرنا وغیرہ شامل ہیں۔

عملی زندگی میں توحید کے فوائد و ثمرات

جو شخص عقیدۂ توحید پر ایمان رکھتے ہوئے اس کے تقاضوں پر عمل کرتا ہے تو اس کے فکر و عمل میں خوش گوار تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں جن کا جائزہ درج ذیل امور میں لیا جاتا ہے:

عزتِ نفس کی حفاظت

عقیدۂ توحید پر ایمان انسان کو عزتِ نفس عطا کرتا ہے۔ جب انسان یہ پختہ عقیدہ رکھتا ہے کہ ساری کائنات کا خالق، مالک اور رازق صرف اللہ تعالیٰ ہے، وہی قادرِ مطلق ہے اور تمام اختیارات اسی کے پاس ہیں تو انسان صرف اللہ تعالیٰ سے لو لگا لیتا ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی سے مانگتا ہے اور اسی کی محبت اور خوف اپنے دل میں بساتا ہے جس سے وہ دنیاوی بتوں اور دیگر جھوٹے معبودوں کے سامنے جھکنے سے بچ جاتا ہے۔

عجز و انکساری کی دولت

عقیدۂ توحید پر ایمان سے انسان میں عجز و انکساری پیدا ہوتی ہے۔ عقیدۂ توحید پر ایمان رکھنے والا شخص یہ یقین رکھتا ہے کہ کائنات کی سب سے بالاتر ہستی اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، بادشاہی اور اختیار دینے والا بھی وہی ہے اور واپس لینے کا اختیار بھی اسی کے پاس ہے۔ عزت اور ذلت کا مالک بھی وہ اکیلا اللہ ہے لہٰذا ایسا شخص تکبر و غرور کی بجائے عجز و انکساری اختیار کرتا ہے۔

عزم و ہمت

عقیدۂ توحید پر ایمان رکھنے والا عزم و حوصلے کا پیکر ہوتا ہے۔ اس کی تمام امیدیں اللہ تعالیٰ ہی کی ذات سے وابستہ ہوتی ہیں وہ اس بات پر پختہ ایمان رکھتا ہے کہ زندگی میں کیے گئے تمام اچھے اعمال کی جزا آخرت میں ملے گی جس سے اس میں عزم و ہمت اور حوصلہ پیدا ہوتا ہے۔

استقامت اور بہادری

عقیدۂ توحید پر ایمان رکھنے سے انسان میں استقامت اور بہادری کی صفات پیدا ہو جاتی ہیں۔ عقیدۂ توحید کا حامل شخص یہ پختہ اعتقاد رکھتا ہے کہ زندگی و موت اور نفع و نقصان کا مالک صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہے لہٰذا وہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کے سامنے جھکتا اور اسی کا

Web version of PECTAA textbook Not for sale

خوف اپنے دل میں رکھتا ہے، اس اعتقاد کی بدولت وہ بہادری و استقامت کا پیکر بن جاتا ہے۔

قناعت و استغنا

عقیدۂ توحید انسان میں قناعت اور شان بے نیازی کی صفت پیدا کرتا ہے۔ عقیدۂ توحید پر ایمان رکھنے والا شخص یہ جانتا ہے کہ رزق کے تمام خزانوں کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے وہ جسے چاہے بے حساب رزق عطا فرماتا ہے اور وہ جس سے رزق روک دے ساری کائنات مل کر بھی اس کو کچھ نہیں دے سکتی۔ لہٰذا عقیدہ توحید کا حامل شخص لوگوں سے بے نیاز ہو جاتا ہے اور اس میں قناعت کی صفت پیدا ہو جاتی ہے۔

شخصیت کی نشوونما

عقیدۂ توحید پر ایمان رکھنے سے انسانی شخصیت میں توازن آجاتا ہے۔ انسان کا مقصدِ حیات اور طرزِ زندگی متعین ہو جاتا ہے۔ وہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کی بندگی کرنے والا ہوتا ہے۔ تنگی ہو یا خوش حالی وہ اللہ تعالیٰ ہی کو پکارتا ہے۔ وہ ہر چھوٹا بڑا عمل اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے سرانجام دیتا ہے جس سے اس کی زندگی میں صبر، شکر، توکل، ٹھہراؤ، توازن اور اطمینان پیدا ہوتا ہے۔

عملی زندگی میں شرک کے نقصانات

عقیدۂ توحید سے محرومی اور شرک کے ارتکاب سے انسان کی عملی زندگی پر جو خوف ناک اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

اللہ تعالیٰ نے انسان کو صرف اور صرف اپنی ذات کے سامنے جھکنے کا حکم دیا ہے اور اپنے علاوہ کسی کے سامنے نہ جھکنے کی تلقین کی ہے۔ شرک کا ارتکاب کرنے والا شخص جب پتھروں، درختوں، مورتیوں اور دیگر چیزوں کے سامنے اپنا سر جھکاتا ہے تو وہ انسانیت کی توہین کا ارتکاب کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے شرک کرنے والے کے بارے میں ارشاد فرمایا:

> وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ
>
> (سُوْرَةُ الْحَجِّ:31)
>
> ترجمہ: اور جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرتا ہے تو (اس کا حال ایسا ہے کہ) جیسے وہ آسمان سے گر پڑا پھر (یا تو) اسے پرندے (راہ میں سے) اچک لے جاتے ہیں یا ہوا اسے لے جا کر پھینک دیتی ہے۔

شرک کے ارتکاب کی وجہ سے انسان خوف اور وہم میں مبتلا ہو کر، پریشانی کا شکار ہو جاتا ہے، شرک کی لعنت انسان کو یک سوئی سے محروم کر دیتی ہے اور فکر و عمل سے عاری بنا دیتی ہے۔

Web version of PECTAA textbook
Not for sale

مشق

سوال 1: درست جواب کا انتخاب کریں۔

(i) اللہ تعالیٰ کو اس کی ذات، صفات، ربوبیت، الوہیت اور عبادت میں اکیلا ماننا کہلاتا ہے:

(الف) توحید (ب) اطاعت (ج) اتباع (د) آخرت

(ii) کائنات میں مختلف جہانوں کا وجود اور ان میں اختلاف و تنوع پتا دیتا ہے:

(الف) ٹیکنالوجی کا (ب) ترقی کا (ج) خالقِ حقیقی کا (د) قُربِ قیامت کا

(iii) انسانی وجود کا ایک ایک حصہ گواہی دیتا ہے:

(الف) طبی ترقی کی (ب) انسان کی عظمت کی
(ج) انسانی کمزوری کی (د) اللہ تعالیٰ کے وجود کی

(iv) انسان میں عاجزی و انکساری کی صفت پیدا ہوتی ہے:

(الف) فرشتوں پر ایمان لانے سے (ب) عقیدۂ توحید پر ایمان لانے سے
(ج) عقیدۂ تقدیر پر ایمان لانے سے (د) آسمانی کتب پر ایمان لانے سے

(v) مشرک شخص کے دل میں پیدا ہوتا ہے:

(الف) خوف (ب) محبت (ج) نفرت (د) رعب

سوال 2: مختصر جواب دیں۔

(i) توحید کا معنیٰ و مفہوم تحریر کریں۔
(ii) مظاہر قدرت سے وجود باری تعالیٰ کی کوئی ایک دلیل تحریر کریں۔
(iii) اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی ایک دلیل تحریر کریں۔
(iv) توحید کی کوئی سی دو اقسام بیان کریں۔
(v) عملی زندگی میں شرک کے نقصانات کا جائزہ لیں۔

سوال 3: تفصیلی جواب دیں۔

- توحید کی اہمیت اور فوائد و ثمرات تحریر کریں۔

سرگرمیاں برائے طلبہ و اساتذہ کرام

- طلبہ وجود باری تعالیٰ اور کائنات میں اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کے بارے میں مواد تلاش کر کے کمرا جماعت میں پیش کریں۔
- اثباتِ توحید اور ردِّ شرک کے عقلی و نقلی دلائل جمع کریں۔
- مندرجہ ذیل میں سے ایسے کاموں کی نشان دہی کریں جو عملی شرک کہلاتی ہیں:

■ مخلوق کو سجدہ کرنا ■ جھوٹ بولنا ■ مظاہر فطرت کی پرستش کرنا ■ خیانت کرنا

Web version of PECTAA textbook Not for sale

(ب) رسالتِ محمدی خَاتَمُ النَّبِیِّینَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی خصوصیات

حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کو پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- عقیدۂ رسالت کا معنٰی و مفہوم جان سکیں۔
- وحی کی تعریف، اہمیت، اقسام اور اس کی مختلف صورتوں کو جان سکیں۔
- رسالتِ محمدی کی خصوصیات اور معجزات کا فہم حاصل کر سکیں۔
- عقیدۂ ختمِ نبوت کے عقلی و نقلی دلائل کا جائزہ لے سکیں۔
- رسالتِ محمدی کی خصوصیات جان کر اس پر ایمان کامل، محبت، اطاعت واتباع اور تعظیم و توقیر کا مظاہرہ کر سکیں۔
- عقیدۂ ختمِ نبوت کے تقاضوں کو سمجھ کر دعوتِ دین اور حفاظتِ دین کا فریضہ سرانجام دے سکیں اور منکرِ ختمِ نبوت کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھ سکیں۔

Web version of PECTAA textbook
Not for sale

رسالت کے لغوی معنٰی ''پیغام پہنچانا'' کے ہیں۔ عقیدہ رسالت سے مراد اس بات پر ایمان رکھنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کے لیے کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیائے کرام علیہم السلام کو دنیا میں بھیجا۔ پہلے نبی حضرت آدم علیہ السلام اور سب سے آخری نبی حضرت محمد رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مختلف اوقات میں انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَامُ کو وحی کے ذریعے اپنا پیغام پہنچایا۔

وحی کی تعریف اور اس کی اقسام

وحی کے لغوی معنٰی ''اشارہ کرنا'' اور ''چپکے سے دل میں بات ڈال دینا'' وغیرہ کے ہیں۔ اصطلاح میں اللہ تعالیٰ کا اپنے کسی رسول کی طرف فرشتے کے ذریعے پیغام بھیجنا، براہِ راست اس کے دل میں بات ڈال دینا، پردے کے پیچھے سے اُسے سنوا دینا۔ ''وحی'' کہلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَامُ پر وحی کے ذریعے اپنے احکام نازل فرمائے۔

وحی کی دو اقسام ہیں:

- وحی مَتْلُوّ
- وحی غیر مَتْلُوّ

وحی مَتْلُوّ

وحی متلو سے مراد ایسی وحی ہے جس کے الفاظ اور معانی دونوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوں اور اس کی تلاوت کی جاتی ہے جیسا کہ قرآن مجید۔

وحی غیر مَتْلُوّ

وحی غیر متلو سے مراد ایسی وحی ہے جو رسول اللہ خَاتَمُ النَّبِیِّینَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے قلبِ مبارک پر صرف معانی و مضامین کی شکل میں القا کی گئی

ہو اور ان معانی کو آپ خاتم النبیین ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے سامنے کبھی اپنے الفاظ سے، کبھی اپنے افعال سے اور کبھی دونوں سے بیان فرمایا ہو۔

سُوْرَۃُ الشُّوْرٰی کی آیت نمبر 51 میں اللہ تعالیٰ نے وحی کی تین صورتیں بیان فرمائی ہیں، پہلی صورت یہ کہ اللہ تعالیٰ بیداری یا خواب میں نبی کے دل میں کوئی بات ڈال دیتا ہے۔ دوسری صورت یہ کہ پردے کے پیچھے سے اللہ تعالیٰ نبی سے بات کرتا ہے۔ تیسری صورت یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے مقرب فرشتے حضرت جبریل امین علیہ السلام کے ذریعے نبی کو پیغام بھیجتا ہے۔

رسالتِ محمدی خاتم النبیین ﷺ کی خصوصیات

اللہ تعالیٰ نے نہ صرف سابقہ انبیائے کرام عَلَيْهِمُ السَّلَامُ کی صفات کو آپ خاتم النبیین ﷺ کی ذات میں جمع کر دیا بلکہ آپ خاتم النبیین ﷺ کو بے شمار ایسی خصوصیات عطا فرمائیں جو آپ خاتم النبیین ﷺ سے پہلے کسی نبی یا رسول کو عطا نہیں کی گئیں۔ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کی ان خصوصیات میں ختمِ نبوت، محفوظ کتاب، شفاعت، حوضِ کوثر اور مقامِ محمود وغیرہ شامل ہیں۔ عقیدۂ رسالت پر ایمان اُس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتا، جب تک رسالتِ محمدی خاتم النبیین ﷺ کی امتیازی حیثیت کا اقرار نہ کر لیا جائے۔ رسالتِ محمدی خاتم النبیین ﷺ کی چند خصوصیات درج ذیل ہیں:

۱۔ عالم گیریت

نبی اکرم خاتم النبیین ﷺ سے پہلے آنے والے تمام انبیائے کرام عَلَيْهِمُ السَّلَامُ کی نبوت کسی خاص علاقے یا قوم کے لیے تھی۔ مگر حضور اکرم خاتم النبیین ﷺ کی نبوت کسی خاص علاقے یا قوم کے لیے نہیں، بلکہ پوری دنیا اور قیامت تک کے تمام انسانوں کے لیے ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا (سُوْرَۃُ الْاَعْرَاف: 158)

ترجمہ: ''آپ فرما دیجیے اے لوگو! بے شک میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔''

۲۔ ابدیت

قیامت تک آنے والے ہر انسان کے لیے رسول اکرم خاتم النبیین ﷺ کی پیروی لازمی ہے۔ رسالتِ محمدی خاتم النبیین ﷺ کی یہ امتیازی شان ہے کہ اس نے پہلی تمام شریعتوں کو منسوخ کر دیا۔ اب تمام انسانوں کو قیامت تک شریعتِ محمدی خاتم النبیین ﷺ کی اتباع کرنا ہوگی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ (سُوْرَۃُ اٰلِ عِمْرٰن: 85)

ترجمہ: ''اور جو اسلام کے سوا کوئی اور دین چاہے گا تو وہ اُس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔''

Web version of PECTAA textbook
Not for sale

۳۔ کاملیت

حضرت آدم علیہ السّلام سے نبوت کا جو سلسلہ شروع ہوا تھا، وہ نبی اکرم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد پر اپنے کمال کو پہنچ کر مکمل ہو گیا۔ آپ کو دینِ کامل عطا فرمایا گیا، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا

(سُوْرَةُ الْمَآئِدَة:3)

ترجمہ: ''آج کے دن میں نے تمھارے لیے تمھارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمھارے لیے اسلام بطورِ دین پسند کر لیا۔''

۴۔ محفوظ کتاب

سابقہ انبیائے کرام عَلَيْهِمُ السَّلَام پر نازل ہونے والی کتب یا تو بالکل ناپید ہو چکی ہیں یا پھر ان میں اس حد تک ردوبدل ہو چکا ہے کہ صحیح کو غلط سے الگ کرنا ممکن نہیں رہا۔ اس کے برعکس حضور اکرم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والی کتاب آج بھی اپنی اصلی حالت میں محفوظ ہے۔ اس کتاب کی حفاظت کا ذمہ خود اللہ تعالیٰ نے اٹھایا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴿9﴾ (سُوْرَةُ الْحِجْر:9)

ترجمہ: ''بے شک ہم ہی نے (اس) ذکر (قرآن) کو نازل فرمایا ہے اور بے شک ہم ہی اِس کی ضرور حفاظت فرمانے والے ہیں۔''

۵۔ محفوظ سیرت

سابقہ آسمانی کتابوں کی طرح، سابقہ انبیائے کرام علیہم السلام کے حالات بھی محفوظ حالت میں نہیں ملتے لیکن آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت کی حفاظت کا انتظام اللہ تعالیٰ نے فرما دیا۔ آپ کے ارشادات اور حالاتِ زندگی محفوظ حالت میں موجود ہیں جن سے قیامت تک آنے والے انسان راہنمائی لیتے رہیں گے۔

رسالت محمدی خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک خاصہ یہ بھی ہے کہ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ ہر طبقۂ انسانی کے لیے بہترین نمونہ ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (سُوْرَةُ الْاَحْزَاب:21)

ترجمہ: ''یقیناً تمھارے لیے اللہ کے رسول (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مبارکہ) میں بہترین نمونہ ہے۔''

۶۔ معجزات

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت کے ثبوت کے طور پر بہت سے معجزات عطا فرمائے۔ قرآن وحدیث میں نبی کریم

Web version of PCTBA Textbook
Not for sale

خاتم النبیین ﷺ کے بے شمار معجزات کا ذکر موجود ہے مثلاً واقعہ اسراء و معراج، جسمِ اطہر سے خوش بُو آنا، فرشتوں کے ذریعے نبی کریم خاتم النبیین ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی مدد کرنا، چاند کا دو ٹکڑے ہونا، درختوں اور پتھروں سے ہم کلام ہونا، جانوروں کا آپ خاتم النبیین ﷺ سے کلام کرنا، انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری ہونا، کھانے پینے کی چیزوں میں دستِ مبارک کی برکت کا نزول ہونا، لعابِ دہن کا شفا بن جانا اور جوامع الکلم یعنی جامع کلمات کا حامل ہونا وغیرہ۔ جامع کلمات، ان کلمات کو کہتے ہیں جن کے الفاظ کم اور معانی زیادہ ہوں۔

۷۔ ختمِ نبوّت

ختمِ نبوّت کا مفہوم یہ ہے کہ نبوّت کا وہ سلسلہ جو حضرت آدم علیہ السّلام سے شروع ہوا تھا وہ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ پر ختم ہو گیا ہے۔ آپ خاتم النبیین ﷺ نبوّت کے سلسلے کی آخری کڑی ہیں۔ آپ خاتم النبیین ﷺ پر ایک محفوظ، جامع اور ہمیشہ رہنے والی کتاب نازل کی گئی اور آپ خاتم النبیین ﷺ کو ایک مکمل اور کامل شریعت عطا کی گئی ہے۔ آپ خاتم النبیین ﷺ کی شریعت نے تمام سابقہ شریعتوں کو منسوخ کر دیا ہے۔

نبی کریم خاتم النبیین ﷺ "خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ" یعنی سلسلۂ نبوّت کو ختم کرنے والے ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے وضاحت کے ساتھ آپ کو آخری نبی قرار دیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ
(سُوْرَةُ الْاَحْزَاب:40)

ترجمہ: "نہیں ہیں محمد (خاتم النبیین ﷺ) تمھارے مردوں میں سے کسی کے باپ لیکن وہ اللہ کے رسول اور خاتم النّبیین ہیں۔"

حضورِ اکرم خاتم النبیین ﷺ کی احادیثِ مبارکہ میں عقیدۂ ختمِ نبوّت وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا:

اَنَا خَاتَمُ النَّبِيّٖنَ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ (صحیح بخاری:3535)

ترجمہ: "میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا"

نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا: "بنی اسرائیل میں جب ایک نبی وفات پا جاتا تو دوسرا نبی اس کا جانشین ہوتا مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔" (صحیح بخاری:3455)

نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کے دور میں مسیلمہ نے نبی ہونے کا دعویٰ کیا جس کی نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے کذّاب (جھوٹا)

Web version of PECTAA textbook Not for sale

کہ کر مذمت فرمائی اور اس کے خلاف جہاد کیا گیا۔ عقیدۂ ختمِ نبوت پر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور امت مسلمہ کا اجماع (اتفاق) ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس بات پر متفق تھے کہ نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے بعد کسی نبی کے وجود کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یہی وجہ تھی کہ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے وصال کے بعد جنگِ یمامہ میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کر کے مسیلمہ کذّاب کو واصلِ جہنم کیا۔ اس جنگ میں سیکڑوں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم شہید ہوئے جن میں کثیر تعداد میں حفّاظ کرام شامل تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہر اس شخص کے خلاف برسرِ پیکار ہو گئے، جس نے نبوّت کا دعویٰ کیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دور میں مُسَیلمہ کذّاب کے علاوہ اَسوَد عنسی، سجاح اور طُلَیحہ وغیرہ نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے تمام مدعیانِ نبوّت کے خلاف قتال کیا۔ ان مدعیان نبوّت میں سے طلیحہ بن خویلد نے توبہ کر کے از سرِ نو اسلام قبول کیا۔ عہد صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ہی امّت کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ ہر وہ شخص جو نبی اکرم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے بعد نبی ہونے کا دعویٰ کرے گا وہ جھوٹا اور کذّاب قرار دیا جائے گا۔

آئینِ پاکستان (1973ء) میں مسلمان کی تعریف کرتے ہوئے لکھا گیا ہے کہ "مسلمان وہ ہے جو اللہ کی توحید اور محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا آخری نبی تسلیم کرتا ہے۔" چناں چہ جو شخص آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے بعد کسی حیثیت اور لحاظ سے کسی مدعی نبوّت کو نبی یا مصلح مانے، وہ کذّاب اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

عقیدۂ ختمِ نبوّت کے عقلی دلائل

عقیدۂ ختمِ نبوت کے عقلی دلائل بھی ہیں جیسے دین کا مکمل ہونا، قرآن مجید میں مذکور ہے اور جب دین مکمل ہو جائے تو عقلی طور بھی کسی اور نبی یا دین کی ضرورت نہیں رہتی، اسی طرح قرآن مجید اور سیرتِ طیّبہ کے محفوظ ہونے میں بھی ختمِ نبوّت کے عقلی دلائل ہیں۔

نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا سچّا اور آخری نبی ماننے کا تقاضا یہ ہے کہ ہم آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے لائے ہوئے دین پر عمل کریں اور اس دین کو دوسروں تک پہنچانے کی ہر ممکن کوشش کریں۔ قرآنِ مجید اور ہمارے پیارے نبی خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کا اسوۂ حسنہ پوری انسانیت کی راہ نمائی کے لیے کافی ہے اور ان میں زندگی کے ہر شعبے سے تعلق رکھنے والے انسان کے لیے ہدایت کا سامان موجود ہے۔

Web version of PECTAA textbook
Not for sale

مشق

سوال 1: درست جواب کا انتخاب کریں۔

(i) رسالت کا لغوی معنٰی ہے:

(الف) علم حاصل کرنا (ب) پیغام پہنچانا (ج) عبادت کرنا (د) راز جاننا

(ii) انبیائے کرام عَلَیۡہِمُ السَّلَام کی طرف بھیجے جانے والے اللہ تعالیٰ کے کلام کو کہتے ہیں:

(الف) تلاوت (ب) بات (ج) وحی (د) اشارہ

(iii) مسیلمہ نے نبوت کا دعویٰ کیا تو حضور اکرم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے قرار دیا:

(الف) کذاب (ب) منافق (ج) ملعون (د) افترا پرداز

(iv) نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد قیامت تک کوئی نبی نہیں آئے گا، اس عقیدہ کو کہتے ہیں:

(الف) عقیدۂ تقدیر (ب) عقیدۂ آخرت (ج) عقیدۂ توحید (د) عقیدۂ ختمِ نبوّت

(v) جنگِ یمامہ میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے کثیر تعداد میں جامِ شہادت نوش کر کے دفاع کیا:

(الف) عقیدۂ ختمِ نبوّت کا (ب) مدینہ منوّرہ کا (ج) مسجدِ نبوی کا (د) مکہ مکرّمہ کا

سوال نمبر 2: مختصر جواب دیں۔

(i) وحی کا معنٰی و مفہوم بیان کریں۔ (ii) نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کی حفاظت کے حوالے سے مختصراً تحریر کریں۔

(iii) وحی متلو اور غیر متلو میں فرق واضح کریں۔ (iv) رسالتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دو امتیازی خصوصیات تحریر کریں۔

(v) نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کوئی سے چار معجزات تحریر کریں۔

سوال نمبر 3: تفصیلی جواب دیں۔

- عقیدۂ ختمِ نبوّت پر تفصیلی نوٹ لکھیں۔

سرگرمیاں برائے طلبہ و اساتذہ کرام

- طلبہ کُتبِ سیرت کا مطالعہ کر کے رسالت محمدی کی مزید خصوصیات تلاش کر کے نوٹ بک میں لکھیں۔
- طلبہ نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مزید معجزات تلاش کر کے کمرا جماعت میں بیان کریں۔
- ختمِ نبوّت کی اہمیت پر مذاکرے کا اہتمام کریں۔

Web version of PECTAA textbook
Not for sale

(ج) ملائکہ پر ایمان

حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کو پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- ملائکہ پر ایمان کے نقلی و عقلی دلائل کو سمجھ سکیں۔
- فرشتوں کی صفات، مقام و مرتبہ اور دنیوی و اخروی ذمہ داریوں سے آگاہ ہو سکیں۔
- ملائکہ پر ایمان پختہ کرنے والے بن سکیں۔
- ملائکہ کی تعظیم اور احترام کرنے والے بن سکیں۔
- ملائکہ پر پختہ ایمان کے اثرات کا جائزہ لے سکیں۔

اس بات پر یقین رکھنا کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی نوری مخلوق ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کا ہر حکم بجالاتے ہیں، "ایمان بالملائکۃ" (فرشتوں پر ایمان) کہلاتا ہے۔ مسلمان ہونے کے لیے فرشتوں پر ایمان لانا ضروری ہے۔ فرشتوں پر ایمان لائے بغیر ایمان کے تقاضے مکمل نہیں ہوتے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ

(سُوْرَةُ الْبَقَرَة 177:2)

ترجمہ: "بلکہ نیکی تو اس کی ہے جو ایمان لایا اللہ اور آخرت کے دن پر اور فرشتوں اور کتابوں اور نبیوں پر۔"

فرشتے غلطیوں اور گناہوں سے پاک ہیں، وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرماں برداری میں مصروف رہتے ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

لَا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ﴿6﴾ (سُوْرَةُ التَّحْرِيْم: 6)

ترجمہ: "وہ نافرمانی نہیں کرتے اللہ کی جس کا وہ اُنھیں حکم دیتا ہے اور وہی کرتے ہیں جس کا اُنھیں حکم دیا جاتا ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو نُور سے پیدا کیا ہے۔ فرشتوں کو کھانے، پینے اور سونے کی ضرورت نہیں ہے۔ رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا:

"فرشتوں کی تخلیق نور سے، جنوں کی آگ کے شعلہ سے اور آدم علیہ السّلام کی تخلیق اُس شے (مٹی) سے ہوئی۔" (صحیح مسلم: 2996)

اللہ تعالیٰ نے اپنے احکام اپنے بندوں تک پہنچانے کے لیے انبیائے کرام علیہم السّلام کا انتخاب فرمایا، پھر انبیائے کرام علیہم السّلام تک ہدایات پہنچانے کے لیے اپنے فرشتوں اور بالخصوص اپنے مقرب فرشتے حضرت جبریل علیہ السلام کو مامور فرمایا۔ وحی و رسالت کے ساتھ فرشتوں کے اِس گہرے تعلّق کی وجہ سے انبیائے کرام علیہم السّلام اور کتابوں پر ایمان لانے کے لیے اِن فرشتوں پر ایمان لانا بھی ضروری ہے۔

Web version of PECTAA textbook
Not for sale

فرشتے اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے کئی کام انجام دیتے ہیں، جس میں نیک بندوں کی حفاظت کرنا، بُرے بندوں پر عذاب نازل کرنا اور اعمال کو لکھنا وغیرہ شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کئی بار فرشتوں کا ذکر فرمایا ہے۔

فرشتوں کی تعداد بہت زیادہ ہے، ان کی تعداد کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔ "نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم نے سفرِ معراج میں "بَيْتُ الْمَعْمُوْر" کے مقام پر دیکھا کہ اس میں ہر روز ستر ہزار (70000) فرشتے نماز پڑھتے ہیں اور جو اس میں ایک بار (نماز پڑھ کر) چلا جاتا ہے دوبارہ کبھی اس کی باری نہیں آتی۔" (صحیح بخاری:3207)

چار مقرب اور مشہور فرشتے حضرت جبریل علیہ السّلام، حضرت میکائیل علیہ السّلام، حضرت اسرافیل علیہ السّلام اور حضرت عزرائیل علیہ السّلام ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو مختلف ذمہ داریوں پر مامور فرمایا ہے۔ کچھ فرشتے وہ ہیں جنھیں انسانوں کے اعمال لکھنے کی ذمہ داری سونپی گئی ہے، انھیں "كِرَامًا كَاتِبِيْن" کہتے ہیں۔ وہ فرشتے جو انسان کے مرجانے کے بعد اُس سے سوال وجواب کرتے ہیں انھیں "مُنْكَرْ نَكِيْر" کہا جاتا ہے۔ جنت کے نگران فرشتے کا نام "رضوان" اور جہنم کے نگران فرشتے کا نام "مَالِك" ہے۔ جن فرشتوں نے اللہ تعالیٰ کے عرش کو اٹھا رکھا ہے انھیں "حاملینِ عرش" کہا جاتا ہے۔ جو فرشتے عذاب پر مقرر ہیں انھیں "زَبَانِيَة" کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری حفاظت کے لیے بھی فرشتے مقرر فرمائے ہیں، یہ فرشتے ہمیں نقصان دہ چیزوں سے بچاتے ہیں اور ہماری حفاظت کرتے ہیں۔ ان کو "حافظین" کہا جاتا ہے۔ بعض فرشتے زمین پر نیکی کرنے والے لوگوں کے ساتھ شامل ہو جاتے ہیں، ان کو "سیاحین" کہا جاتا ہے۔ فرشتوں کی ایک ذمہ داری یہ بھی ہے کہ وہ دُرود پڑھنے والوں کے درود کو نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم کی ذاتِ اقدس تک پہنچاتے ہیں۔ کچھ فرشتے نمازِ جمعہ میں شرکت کرنے والوں کا اندراج کرتے ہیں۔

کبھی کبھی فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکم سے انسانی شکل وصورت میں بھی ظاہر ہوتے ہیں، حضرت جبریل علیہ السّلام کو جب اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم علیہا السّلام کے پاس بھیجا تو وہ ایک عام انسان کی شکل میں آئے تھے۔ عموماً حضرت جبریل امین علیہ السلام حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شکل میں نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم کے پاس پیش ہوتے تھے۔

اللہ تعالیٰ اپنے احکام کو نافذ کرنے کے لیے فرشتوں کا محتاج نہیں ہے، وہ اپنے ایک حکم سے اپنے فیصلوں کو نافذ کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔ اس نے فرشتوں کو اپنی حکمت کے تحت پیدا فرمایا ہے اور انھیں مختلف کاموں پر مقرر کیا ہے۔

فرشتوں پر ایمان رکھنے سے انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت کا احساس پیدا ہوتا ہے، کیوں کہ جس خالق نے اتنی طاقت ور اور شان دار مخلوق پیدا کی ہے، وہ خود کتنا بڑا اور قدرت والا ہوگا۔ فرشتوں پر ایمان لانے والے اللہ تعالیٰ کے شکر گزار ہوتے ہیں، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے فائدے، حفاظت اور خدمت کے لیے فرشتوں کو مقرر کیا ہے۔

Web version of PECTAA textbook Not for sale

مشق

سوال 1: درست جواب کا انتخاب کریں۔

(i) اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو تخلیق کیا ہے:

(الف) مٹی سے (ب) آگ سے (ج) پانی سے (د) نور سے

(ii) بیت المعمور پر ہر روز نماز ادا کرنے والے فرشتوں کی تعداد ہے:

(الف) پچاس ہزار (ب) ساٹھ ہزار (ج) ستر ہزار (د) اسی ہزار

(iii) انسانوں کی حفاظت پر مامور فرشتوں کو کہا جاتا ہے:

(الف) سیاحین (ب) حاملینِ عرش (ج) کراماً کاتبین (د) حافظین

(iv) انسانوں کے اعمال لکھنے والے فرشتے ہیں:

(الف) کراماً کاتبین (ب) منکر نکیر (ج) سیاحین (د) حافظین

(v) حضرت جبریل علیہ السلام نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں جن صحابی کی شکل میں پیش ہوتے تھے:

(الف) حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ب) حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(ج) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ (د) حضرت صہیب رومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سوال نمبر 2: مختصر جواب دیں۔

(i) فرشتوں پر ایمان لانے سے کیا مراد ہے؟

(ii) فرشتوں کی کوئی سی دو صفات لکھیں۔

(iii) فرشتوں کی کوئی سی دو ذمہ داریاں تحریر کریں۔

(iv) ایمان بالملائکہ کے حوالے سے قرآنی آیات کا ترجمہ لکھیں۔

(v) فرشتوں پر ایمان رکھنے سے انسانی زندگی پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

سوال نمبر 3: تفصیلی جواب دیں۔

- فرشتوں پر ایمان اور ان کی ذمہ داریوں پر مفصل نوٹ لکھیں۔

سرگرمیاں برائے طلبہ و اساتذہ کرام

- ملائکہ سے متعلق مستند کتب کا مطالعہ کریں۔
- طلبہ گروپ کی صورت میں دنیا، حفاظت، موت، قبر اور آخرت سے متعلق ملائکہ کے کردار و ذمہ داریوں کی معلومات جمع کر کے کمرا جماعت میں پیش کریں۔
- ملائکہ کی صفات اپنی نوٹ بک میں تحریر کریں۔

Web version of PECTAA textbook
Not for sale

(د) کُتُبِ سماویہ پر ایمان

حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کو پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- آسمانی کتب اور صحائف کے جامع تعارف اور نزول کے مقصد سے آگاہ ہو سکیں۔
- وحی کو بطور مستند اور قطعی ذریعہ علم سمجھ سکیں۔
- آسمانی کتب اور صحائف پر ایمان کے نقلی و عقلی دلائل سمجھ سکیں۔
- آسمانی کتب کی مشترک تعلیمات اخذ کر سکیں۔
- قرآنِ مجید کی تعلیمات کی اہمیت جان کر ان پر عمل کر سکیں۔
- اس بات پر یقین رکھ سکیں کہ گزشتہ آسمانی کتب کی شریعت منسوخ ہو چکی ہے اور قرآنِ مجید ہی واحد آخری آسمانی کتاب ہے جو ہر قسم کی تحریف سے مکمل طور پر محفوظ ہے۔

Web version of PCTAA textbook Not for sale

کتبِ سماویہ سے مراد آسمانی کتابیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت اور راہ نمائی کے لیے انبیائے کرام عَلَیۡہِمُ السَّلَامُ پر آسمانی کتابیں اور صحیفے نازل فرمائے۔ انبیائے کرام عَلَیۡہِمُ السَّلَامُ پر یہ کتابیں اور صحیفے اس لیے نازل کیے گئے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام سے لوگوں کو آگاہ کریں، اس کے عذاب سے ڈرائیں اور اس کے انعامات کی بشارت دیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يَاۤيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اٰمِنُوۡا بِاللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ وَالۡكِتٰبِ الَّذِىۡ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوۡلِهٖ وَالۡكِتٰبِ الَّذِىۡۤ اَنۡزَلَ مِنۡ قَبۡلُ ؕ (سُوۡرَۃُ النِّسَآء:136)

ترجمہ: "اے ایمان والو! اللہ پر اور اُس کے رسول (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم) پر ایمان لاؤ اور اُس کتاب پر جو اُس نے اپنے رسول (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم) پر نازل فرمائی اور اُن کتابوں پر جو اُس نے پہلے نازل فرمائیں۔"

حضورِ اکرم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا: ایمان یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، (قیامت کے روز) اس سے ملاقات اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور آخرت میں دوبارہ زندہ ہونے پر ایمان لے آؤ۔ (صحیح مسلم:09)

حضرت موسیٰ علیہ السّلام پر نازل ہونے والی کتاب کا نام تورات، حضرت داؤد علیہ السّلام پر نازل ہونے والی کتاب کا نام زبور، حضرت عیسیٰ علیہ السّلام پر نازل ہونے والی کتاب کا نام انجیل اور حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم پر نازل ہونے والی کتاب کا نام قرآنِ مجید ہے۔ قرآنِ مجید اللہ تعالیٰ کی آخری آسمانی کتاب ہے جو سابقہ آسمانی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے۔ قرآن مجید میں سابقہ آسمانی کتب کے مضامین کے ساتھ ساتھ قیامت تک آنے والے انسانوں کی رشد و ہدایت کے لیے تعلیمات موجود ہیں۔

آسمانی کتابوں میں اللہ تعالیٰ کے احکام تفصیل سے بیان کیے گئے جب کہ صحائف میں انھیں مختصر طور پر بیان کیا گیا ہے۔ چار

بڑی کتابوں کے علاوہ جو مختصر یا چند احکامات پر مشتمل کتابیں بعض انبیائے کرام عَلَیۡہِمُ السَّلَام پر نازل ہوئیں انھیں صحیفے کہتے ہیں۔ قرآنِ مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہونے والے صحیفوں کا خاص طور پر ذکر آیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ هٰذَا لَفِی الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ﴿18﴾ صُحُفِ اِبْرٰهِیْمَ وَ مُوْسٰى ﴿19﴾ (سُوْرَةُ الْاَعْلٰى:18-19)

ترجمہ: "یقیناً یہ (تعلیم) پہلے صحیفوں میں (بھی) ہے۔ (یعنی) ابراہیم (علیہ السّلام) اور موسیٰ (علیہ السّلام) کے صحیفوں میں۔"

انسانوں کی راہ نمائی کے لیے ایک ہدایت نامے کی ضرورت تھی، جس کی روشنی میں وہ اپنی زندگی کے فیصلے کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام عَلَیۡہِمُ السَّلَام کے ساتھ آسمانی کتابوں کو اس لیے نازل فرمایا تاکہ وہ لوگوں کے لیے آسمانی تعلیمات پر عمل کا مثالی نمونہ بن سکیں۔

اللہ تعالیٰ نے یہ کتابیں اور صحیفے وحی کے ذریعے سے نازل فرمائے۔ وحی کے ذریعے حاصل ہونے والا علم قطعی اور یقینی ہے۔ اس میں کسی قسم کا شک نہیں ہو سکتا۔ جن چیزوں کو سمجھنے سے انسانی عقل قاصر تھی یا غلطی کر سکتی تھی ان کی تفہیم کے لیے اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام عَلَیۡہِمُ السَّلَام پر وحی نازل فرما کر انسانوں پر عظیم احسان فرمایا۔

آسمانی کتب کی مشترکہ تعلیمات

تمام آسمانی کتب میں ایمانیات، عبادات اور اخلاقیات کے مضامین مشترکہ طور پر موجود رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جتنی بھی کتابیں اور صحیفے نازل فرمائے سب میں تین درج ذیل عقیدے مشترکہ طور پر موجود رہے ہیں:

1. توحید
2. رسالت
3. آخرت

لہٰذا اگر کسی مذہب کی تعلیمات میں ان تین بنیادی عقائد کی مخالفت نظر آئے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ یہ بات اللہ تعالیٰ نے نازل نہیں کی بلکہ لوگوں نے اپنی مرضی سے ان کتابوں میں شامل کر دی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا مانگنا، نماز پڑھنا، خشوع و خضوع اختیار کرنا اور اس کے راستے میں خرچ کرنے کی تعلیم بھی تمام آسمانی کتابوں میں موجود رہی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں وضاحت کے ساتھ ارشاد فرمایا ہے کہ روزہ پہلی امتوں پر بھی فرض تھا۔ قرآنِ مجید میں حضرت آدم علیہ السّلام کے بیٹوں ہابیل اور قابیل کے قربانی کرنے کا ذکر ملتا ہے جس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ قربانی کا حکم بھی سابقہ شریعتوں میں موجود رہا ہے۔

تمام آسمانی کتابوں میں زندگی گزارنے کے لیے اچھے اخلاق کی تعلیم دی گئی۔ سچ بولنا، دوسروں کو ان کا حق دینا، عاجزی کے ساتھ زندگی گزارنا، حلال کھانا، پاک صاف رہنا اور شرم و حیا کے ساتھ زندگی گزارنا تمام آسمانی کتابوں کی مشترکہ تعلیمات میں سے ہیں۔

قرآنِ مجید میں اہلِ کتاب کو کچھ اس طرح دعوت دی گئی ہے:

"(اے نبی خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم) آپ فرما دیجیے کہ اے اہلِ کتاب! اُس بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمھارے درمیان مشترک ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور نہ ہم اس کے ساتھ کسی شے کو شریک ٹھہرائیں اور نہ

Web version of PECTAA textbook Not for sale

ہم میں سے کوئی اللہ کو چھوڑ کر کسی کو رب بنائے پھر اگر یہ منہ موڑلیں تو کہہ دیجیے کہ گواہ رہنا کہ ہم تو (اللہ کے) فرماں بردار ہیں" (سُوْرَةُ اٰلِ عِمْرٰن: 64)

قرآن مجید کا امتیاز

اسلامی عقیدے کے مطابق قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے۔اس کے نزول کے بعد تمام آسمانی کتابیں منسوخ ہو گئیں لیکن یہ قیامت تک کے انسانوں کے لیے ہدایت اور راہ نمائی کا سرچشمہ ہے۔

قرآن مجید جس طرح حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم پر نازل ہوا تھا، اب بھی اسی طرح موجود ہے، اس میں ایک حرف کی بھی تبدیلی نہیں ہوئی اور نہ ہی قیامت تک ہوگی کیوں کہ قرآنِ مجید کی حفاظت کا ذمہ خود اللہ تعالیٰ نے لیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید کی حفاظت کا انتظام فرماتے ہوئے اسے لوگوں کے سینوں میں محفوظ کرنے کے ساتھ ساتھ دیگر ذرائع سے بھی اس کی حفاظت کا اہتمام فرمایا ہے۔قرآن مجید کی حفاظت اس کے آخری کتاب ہونے کی ایک دلیل ہے۔

قرآنِ مجید حضور اکرم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کا سب سے بڑا معجزہ ہے۔قرآن مجید کا ہر حرف، لفظ، آیت اور اس کی تعلیمات معجزہ ہیں ۔قرآنِ مجید میں کائنات کے بارے میں جو حقائق بیان کیے گئے ہیں ان کو آج کے ترقی یافتہ دور میں جدید سائنس بھی تسلیم کر رہی ہے۔قرآن مجید دنیا کی وہ واحد کتاب ہے جس کی عظمت کا ہر دور کے مذہبی اور سائنسی علوم کے ماہرین برملا اعتراف کرتے رہے ہیں۔

مشق

سوال نمبر1: درست جواب کا انتخاب کریں۔

(i) آسمانی کتابوں کے نزول کا مقصد ہے:

(الف) اللہ تعالیٰ کے احکام سے آگاہی (ب) معجزات کا بیان

(ج) معلومات میں اضافہ (د) تاریخی قصوں کا بیان

(ii) وحی کے ذریعے سے حاصل ہونے والا علم ہے:

(الف) سائنسی (ب) قطعی (ج) ظنی (د) کسبی

(iii) تمام آسمانی کتب میں مشترکہ عقیدہ ہے:

(الف) توحیدِ باری تعالیٰ پر ایمان (ب) ختمِ نبوّت پر ایمان

(ج) حدیثِ نبوی پر ایمان (د) قرآنِ مجید پر ایمان

Web version of PECTAA textbook Not for sale

(iv) قرآنِ مجید کے قیامت تک محفوظ ہونے کی بڑی وجہ ہے:

(الف) آخری کتاب ہونا (ب) حفاظتِ الٰہی میں ہونا

(ج) لوگوں کے سینوں میں محفوظ ہونا (د) عالم گیر کتاب ہونا

(v) تمام آسمانی کتابوں اور صحائف کا خلاصہ موجود ہے:

(الف) قرآنِ مجید میں (ب) زبور میں (ج) انجیل میں (د) تورات میں

سوال 2: مختصر جواب دیں۔

(i) آسمانی کتابوں پر ایمان لانے سے کیا مراد ہے؟

(ii) آسمانی کتابوں کا مختصر تعارف بیان کریں۔

(iii) آسمانی کتابوں کی مشترکہ تعلیمات میں سے دو تحریر کیجیے۔

(iv) وحی کی اہمیت بیان کریں۔

(v) قرآنِ مجید کی خصوصیات کا جائزہ لیں۔

سوال نمبر 3: تفصیلی جواب دیں۔

- کتبِ سماویہ پر ایمان کے موضوع پر ایک جامع مضمون تحریر کیجیے۔

Web version of PECTAA textbook
Not for sale

سرگرمیاں برائے طلبہ و اساتذہ کرام

- آسمانی کتب پر ایمان سے متعلق سبق کے علاوہ معلومات تلاش کر کے کمرا جماعت میں پیش کریں۔
- قرآنِ مجید اور دیگر آسمانی کتب کی خصوصیات کا موازنہ کریں۔
- قرآنِ مجید میں مندرجہ ذیل مضامین کی نشان دہی کریں۔ کسی ایک سورت کا حوالہ دیں:

مضامین	تخلیق کائنات کا ذکر	حیوانات کا ذکر	فلکیات کا ذکر	نباتات کا ذکر	جنات کا ذکر	ملائکہ کا ذکر
حوالہ سورت						

(۵) آخرت پر ایمان

حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کو پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- عقیدۂ آخرت کے جامع تعارف مختلف مذاہب میں تصورِ آخرت اور عقیدۂ آخرت کے عقلی و نقلی دلائل سے آگاہی حاصل کر سکیں۔
- برزخ، حشر نشر، میزان، پُل صراط، شفاعت اور حوضِ کوثر کے تصورات کو سمجھ سکیں۔
- جنّت اور جہنّم کی زندگی کا موازنہ کر سکیں۔
- عملی زندگی میں عقیدۂ آخرت کی اہمیت اور اس کے اثرات کا جائزہ لے سکیں۔
- دنیا کے عارضی ہونے اور عقیدۂ آخرت پر ایمان پختہ کر کے فکرِ آخرت کو اپنی زندگی کا اولین مقصد بنا سکیں۔
- عقیدۂ آخرت کے تناظر میں زیادہ سے زیادہ نیکی کرنے والے اور برائیوں سے اجتناب کرنے والے بن کر حصولِ شفاعت کی کوشش کر سکیں۔

لفظ آخرت کے معنی بعد میں آنے والی چیز کے ہیں۔ آخرت پر ایمان سے مراد یہ ہے کہ دنیا کی یہ زندگی ایک دن فنا ہو جائے گی۔ جس کے بعد ایک نئی زندگی شروع ہو گی۔ مرنے کے بعد انسانوں کو جزا و سزا اور حساب و کتاب کے لیے اٹھایا جائے گا جس دن انسانوں کا حساب و کتاب ہو گا اسے ''یومِ آخرت'' کہتے ہیں۔

یہ دنیا امتحان کی جگہ ہے اللہ تعالیٰ نے انسان کو اختیار دے کر آزمائش کے لیے اس دنیا میں بھیجا ہے۔ یہ زندگی عارضی ہے۔ موت کے بعد اُخروی زندگی دائمی ہے۔ اس دنیا میں انسان کے اعمال کے پورے نتائج مرتب نہیں ہوتے بلکہ انسان کے اس دنیا کے اعمال کے مکمل نتائج آخرت کی زندگی میں ظاہر ہوں گے۔ اس دنیا کے خاتمے کا ایک دن مقرر ہے، جس طرح ہر چیز فنا ہو جاتی ہے اسی طرح ایک دن یہ دنیا بھی فنا ہو جائے گی اور اس کے بعد ایک نئی زندگی وجود میں آئے گی۔ اس دنیا کے خاتمے کے بعد جب ایک نیا نظام وجود میں آئے گا تو اللہ تعالیٰ انسانوں کو دوبارہ زندگی عطا فرمائے گا۔ انسانوں کے اعمال کا وزن کیا جائے گا اور انھیں نیک اعمال کی جزا اور برے اعمال کی سزا ملے گی۔

عقیدۂ آخرت تمام مذاہب کے عقائد میں سے اہم ترین عقیدہ ہے۔ تمام مذاہب کی تعلیم یہ ہے کہ انسان مرنے کے بعد ہمیشہ کے لیے فنا نہیں ہو گا بلکہ موت کے بعد اسے دوبارہ زندہ کیا جائے گا اور اسے دنیا کے اچھے اور برے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا البتہ منکرینِ آخرت موت کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے، حساب کتاب اور جنت و دوزخ کا انکار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مشرکین کے شبہات اور اعتراضات ذکر کر کے ان کا عمدہ انداز میں جواب دیا ہے۔ مشرکین مکہ اس شک میں مبتلا تھے کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ انسان کے مرنے کے بعد اور اس کے گل سڑ جانے کے بعد انھیں دوبارہ زندہ کیا جا سکتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ ۭ (سُوْرَةُ الرُّوْم: 27)

ترجمہ: ''اور وہی ہے جو مخلوق کو پہلی بار پیدا فرماتا ہے پھر وہی اسے دوبارہ پیدا کرے گا اور یہ اس پر بہت آسان ہے۔''

Web version of PECTAA textbook
Not for sale

قرآن مجید سے ثابت ہوتا ہے کہ مرنے کے بعد انسان کو دوبارہ زندہ کرنا اللہ تعالیٰ کے لیے بہت آسان ہے۔ انسانی عقل بھی عقیدۂ آخرت کو تسلیم کرتی ہے۔ ہر سلیم الفطرت شخص یہ مانتا ہے کہ اعمال کا بدلہ ملتا ہے کسی نے اچھا عمل کیا ہو تو اسے اچھا بدلہ ملے گا اور کسی نے برا عمل کیا ہو تو اسے بُرا بدلہ ملے گا۔ اگر انسان بفرضِ محال یہ تسلیم کر لے کہ موت کے بعد کوئی زندگی نہیں ہے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلے گا کہ اشرف المخلوقات انسان کو اس کائنات میں عبث پیدا کیا گیا ہے اور اس کے اعمال کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے جب کہ ایسا ہونا محال ہے کہ اس ساری کائنات کو بے کار اور بے مقصد پیدا کیا گیا ہو۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

> **ترجمہ:** ''ہم نے آسمانوں اور زمینوں کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے کھیل کے طور پر نہیں بنایا ہم نے ان کو صرف حق کے ساتھ (بامقصد) پیدا کیا۔'' (سُوْرَۃُ الدُّخَان: 40-38)

چناں چہ عقل سلیم اس بات کو تسلیم کرنے کا تقاضا کرتی ہے کہ ایک دن ایسا ضرور ہونا چاہیے جس دن نیکوکاروں کو ان کے نیک اعمال کی اچھی جزا دی جائے اور بُرے اعمال کرنے والوں کو سزا دی جائے اور وہ دن قیامت کا دن ہے جس دن تمام انسانوں کو ان کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔

انسان کے اعمال کی جزا و سزا کا یہ سلسلہ اس کی موت کے بعد برزخ کی صورت میں شروع ہو جاتا ہے۔ برزخی زندگی کا یہ مرحلہ صُور پھونکنے تک جاری رہے گا۔ قیامت قائم ہونے کے بعد جب تمام انسانوں کو اکٹھا کرنے کے لیے صور پھونکا جائے گا تو برزخی زندگی کا مرحلہ ختم ہو جائے گا اور حشر نشر کا مرحلہ شروع ہو جائے گا۔ تمام لوگ اپنی اپنی قبروں سے اٹھ کھڑے ہوں گے۔ انھیں اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہونے کے لیے ایک بہت بڑے میدان میں اکٹھا کیا جائے گا۔ اس دن سورج مخلوق کے انتہائی قریب ہوگا اور لوگ اپنے اپنے اعمال کے مطابق پسینے میں ڈوبے ہوئے ہوں گے۔ گناہ گاروں کے لیے یہ دن بہت سخت اور ہولناک ہوگا۔ ان کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی اور ان پر ذلت چھا رہی ہوگی۔ ان کے چہرے غبار آلود ہوں گے اور ان پر سیاہی چڑھی ہوگی جب کہ ایمان والوں کے چہرے نورانی ہوں گے وہ عرش کے سایہ میں ہوں گے اور ان کے دائیں بائیں نور ہوگا اور انھیں جنت کی خوش خبریاں مل رہی ہوں گی۔

اعمال کا وزن کرنے کے لیے ترازو نصب کیا جائے گا اور کسی انسان پر ذرا برابر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ جن لوگوں کے نیک اعمال کا پلڑا بھاری ہوگا ان اہل ایمان کو ان کے اعمال نامے دائیں ہاتھ میں دے کر یہ خوش خبری دی جائے گی کہ تم جنت میں داخلے کے مستحق ہو جب کہ کفار و منافقین اور جن کے گناہوں کا پلڑا بھاری ہوگا ان کے اعمال نامے بائیں ہاتھ میں تھما کر انھیں دوزخ میں جانے کی وعید سنائی جائے گی۔

میدانِ محشر میں نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کو میٹھے پانی کا حوض عطا کیا جائے گا جس کا پانی جنت کی ایک نہر (کوثر) سے آ رہا ہوگا اور وہ پانی شہد سے زیادہ میٹھا، برف سے زیادہ ٹھنڈا اور دودھ سے زیادہ سفید ہوگا۔ اہل ایمان نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کے ہاتھوں حوض کوثر سے پانی پئیں گے جس کی برکت سے انھیں جنت میں داخل ہونے تک پیاس نہیں لگے گی جب کہ کفار و مشرکین اور مرتدین کو حوض کوثر کے پانی سے محروم کر دیا جائے گا۔

Web version of PECTAA textbook Not for sale

اس کے بعد جنت اور جہنم کا مرحلہ ہوگا۔ اس مرحلہ پر لوگوں کو ایک پل سے گزارا جائے گا جسے پُل صراط یا جِسْرِ جھنم کہتے ہیں۔ اس پل کے نیچے جہنم کی آگ کے شعلے بھڑک رہے ہوں گے۔ پل کے دوسری جانب جنت ہوگی۔ نیک لوگ پلک جھپکتے ہی پل سے گزر جائیں گے جب کہ گناہ گاروں کے لیے ان کے گناہوں کے حساب سے پل سے گزرنے میں مشکلات ہوں گی جن کے گناہ زیادہ ہوں گے وہ اس پل سے جہنم میں گر جائیں گے۔

اہلِ ایمان میں سے فاسق و فاجر لوگوں کو ان کی سزا پوری ہونے کے بعد جہنم سے نکال لیا جائے گا جب کہ کفار ہمیشہ کے لیے دوزخ میں رہیں گے۔

روزِ قیامت اور شفاعت

شفاعت کے معنٰی ''سفارش'' کے ہیں۔ شفاعت کی دو قسمیں ہیں:

شفاعتِ کبرٰی: شفاعت کبرٰی نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کی خصوصیت ہے۔ اس شفاعت کا فائدہ پوری انسانیت کو ہوگا کیوں کہ اس کی وجہ سے حساب کے انتظار کی سختی ختم ہو جائے گی اور حساب شروع ہو جائے گا۔ اسی شفاعت کو مقامِ محمود کہتے ہیں۔ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ سے عرض کیا گیا کہ مقامِ محمود کیا ہے؟ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا: مقامِ محمود شفاعت ہی ہے۔ (جامع ترمذی: 3148)

شفاعت صغرٰی: قیامت کے دن نبی کریم خاتم النبیین ﷺ اور دیگر انبیائے کرام عَلَيْهِمُ السَّلَام و ملائکہ، علما و شہداء، صالحین، قرآن مجید اور روزے وغیرہ اللہ تعالیٰ کے حضور انسانوں کی شفاعت کریں گے۔

شفاعت میں زور اور زبردستی نہیں ہوگی، اللہ تعالیٰ پر کسی کا زور نہیں چلے گا، اللہ تعالیٰ جس کو چاہے گا شفاعت کا اذن عطا فرمائے گا۔

عملی زندگی میں عقیدۂ آخرت کے اثرات

عقیدۂ آخرت کے انسانی زندگی پر مرتب ہونے والے اہم اثرات درج ذیل ہیں:

۱۔ نیک اعمال کی طرف رغبت

عقیدۂ آخرت کا حامل شخص یہ یقین رکھتا ہے کہ اس کے تمام اعمال اللہ تعالیٰ کی نظر میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ روزِ قیامت اسے ان اعمال کی جزا عطا فرمائے گا لہٰذا وہ نیک اعمال کثرت سے بجالانے کی کوشش کرتا ہے تاکہ قیامت کے دن اس کی نیکیوں کا پلڑا بھاری ہو۔

۲۔ برائی سے اجتناب

عقیدۂ آخرت پر ایمان رکھنے والے شخص کو یہ یقین ہوتا ہے کہ یہ دنیا دار العمل ہے اور اس کے ایک ایک اچھے اور بُرے عمل کا بدلہ روزِ قیامت ضرور ملے گا لہٰذا وہ بُرے اعمال سے گریز کرنے لگتا ہے تاکہ آخرت میں سزا سے بچ سکے اور نیک اعمال بجالانے کی کوشش کرتا ہے تاکہ روزِ قیامت ان کی جزا پا سکے۔

۳۔ حقوق کا احترام

عقیدۂ آخرت کا حامل شخص اپنے فرائض اور دوسروں کے حقوق کا احترام کرتا ہے کیوں کہ اسے اس بات کا یقین ہوتا ہے کہ

Web version of PECTAA textbook
Not for sale

دوسروں کے حقوق ادا نہ کرنے کی صورت میں روزِ قیامت اسے جواب دینا پڑے گا اور حقوق العباد ادا نہ کرنے کی صورت میں اس کی نیکیاں اس شخص کو دے دی جائیں گی جس کے حقوق اس نے ادا نہیں کیے تھے یا اُس کے گناہ اس شخص کے اعمال نامے میں ڈال دیے جائیں گے یوں یہ شخص حقوق و فرائض کا احترام کرتا ہے۔

۴۔ صبر و تحمل کا حصول

عقیدۂ آخرت پر ایمان رکھنے سے انسان میں صبر و تحمل پیدا ہوتا ہے کیوں کہ عقیدۂ آخرت پر ایمان رکھنے والے شخص کو یہ یقین ہوتا ہے کہ دنیا میں جتنی بھی تکالیف اور مصیبتیں پیش آئیں گی روزِ قیامت اللہ تعالیٰ کے ہاں انسان کو ان کا اجر ملے گا اور وہ انسان کے لیے بلندی درجات کا باعث بنیں گی لہٰذا وہ ہر طرح کی مصیبت اور تکلیف کا صبر و تحمل سے مقابلہ کرتا ہے۔

۵۔ تعمیرِ سیرت

عقیدۂ آخرت پر یقین رکھنے کی وجہ سے انسان میں عمدہ اخلاق پیدا ہوتے ہیں اور انسانی سیرت و کردار کی تعمیر ہوتی ہے۔ یہ عقیدہ اسے اچھے اخلاق پر ابھارتا ہے۔ یوں وہ اچھے اخلاق کا مظاہرہ کر کے معاشرے میں اخلاقِ حسنہ کے فروغ کا باعث بنتا ہے۔

۶۔ بہادری و سرفروشی

عقیدۂ آخرت پر یقین رکھنے کی وجہ سے انسان کے اندر یہ جذبہ پیدا ہوتا ہے کہ زندگی اور موت کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ اسے ایک دن موت آنی ہے اور اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہونا ہے، اس کی جان اللہ تعالیٰ کی امانت ہے، اس لیے وہ اپنی جان اللہ تعالیٰ کے راستے میں قربان کرنے سے گریز نہیں کرتا اور خوشی سے شہادت کے مرتبے پر فائز ہو جاتا ہے۔

مشق

سوال 1: درست جواب کا انتخاب کریں۔

(i) انسانوں کے اعمال کا وزن کیا جائے گا:

(الف) میزان پر (ب) پلِ صراط پر (ج) حوضِ کوثر پر (د) مقامِ محمود پر

(ii) دنیا کی زندگی ہے:

(الف) مثالی (ب) تکمیلِ خواہشات کی (ج) ہمیشہ رہنے والی (د) عارضی

(iii) برزخی زندگی کا مرحلہ ختم ہوتا ہے:

(الف) میزان نصب کرنے پر (ب) پلِ صراط سے گزرنے پر

(ج) حوضِ کوثر پر (د) صور پھونکنے پر

Web version of NECTAA textbook Not for sale

(iv) قیامت کے دن نبی کریم ﷺ کی سفارش پر شروع ہوگا:

(الف) جزا و سزا کا عمل (ب) حساب کتاب کا عمل

(ج) پل صراط سے گزرنے کا عمل (د) صُور پھونکنے کا عمل

(v) عقیدۂ آخرت پر ایمان رکھنے والا شخص نظر رکھتا ہے:

(الف) دنیوی نفع پر (ب) دنیوی نقصان پر (ج) حساب کتاب پر (د) اخروی نتائج پر

سوال نمبر 2: مختصر جواب دیں۔

(i) عقیدۂ آخرت کے بارے قرآن مجید کی تعلیمات مختصراً بیان کریں۔

(ii) آخرت میں مسلمانوں کو کس قسم کی نعمتوں سے نوازا جائے گا؟

(iii) قرآن مجید نے مشرکین کے دوبارہ زندہ کیے جانے کے شبہات کا کیسے رد کیا ہے؟

(iv) حوضِ کوثر کے بارے میں مختصراً تحریر کریں۔

(v) شفاعتِ کبریٰ سے کیا مراد ہے؟

سوال نمبر 3: تفصیلی جواب دیں۔

- عقیدۂ آخرت پر مفصل نوٹ تحریر کریں۔

سرگرمیاں برائے طلبہ و اساتذہ کرام

- عقیدۂ آخرت (برزخ، حشر نشر، میزان، شفاعت، حوضِ کوثر، جنت، جہنم) سے متعلق قرآن و حدیث سے معلومات تلاش کر کے کمرا جماعت میں پیش کریں۔
- عقیدۂ آخرت سے متعلق مستند دینی کتب کا مطالعہ کریں اور مذکورہ موضوعات کے حوالہ جات تحریر کریں۔
- جنت اور جہنم کی زندگی کے موازنے پر مبنی چارٹ بنائیں جس میں ان کے نام، وسعت، ملائکہ کے نام، دروازوں کی تعداد وغیرہ کا ذکر ہو۔
- انسانی زندگی کے دیے گئے مراحل کو ترتیبِ زمانی میں لکھیں۔

عالمِ برزخ	عالمِ حشر	جنت یا جہنم	عالمِ دنیا	عالمِ ارواح	بطنِ مادر

Web version of PECTAA textbook - Not for sale

(2) عبادات

(الف) فلسفۂ نماز

حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کو پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- نماز کی اہمیت، فلسفے اور احکام کو سمجھ سکیں۔
- نماز میں خشوع وخضوع اور اخلاص کی اہمیت کا ادراک کر سکیں۔
- نماز کے روحانی وجسمانی فوائد اور معاشرتی اثرات کا جائزہ لے سکیں۔
- عملی زندگی میں نماز باجماعت کی پابندی کر سکیں۔
- خشوع وخضوع اور اخلاص کے ذریعے تزکیۂ نفس کر سکیں۔

Web version of PECTAA textbook Not for sale

نماز کی اہمیت

نماز، ارکانِ اسلام میں توحید ورسالت کی شہادت کے بعد اہم ترین رکن ہے۔ احکام اسلام میں نماز کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ قرآن مجید میں نماز قائم کرنے کا حکم کثرت سے وارد ہوا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿31﴾ (سُوْرَةُ الرُّوْم: 31)

ترجمہ: ”اور نماز قائم کرو اور مشرکوں میں سے نہ ہو جانا۔“

ارشادِ نبوی خاتم النبیین ﷺ ہے:

بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ، شَهَادَةِ أَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ، وَإِقَامِ الصَّلٰوةِ، وَإِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ، وَالْحَجِّ، وَصَوْمِ رَمَضَانَ (صحیح بخاری: 8)

ترجمہ: ”اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر قائم کی گئی ہے: یہ گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں اور بے شک حضرت محمد (خاتم النبیین ﷺ) اللہ کے سچے رسول ہیں، اور نماز قائم کرنا اور زکوۃ دینا اور حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا“

نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے نماز کو دین کا ستون قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

رَأْسُ الْأَمْرِ الْإِسْلَامُ، وَعَمُوْدُهُ الصَّلٰوةُ (جامع ترمذی: 2616)

ترجمہ: ”دین کی اصل اسلام ہے اور اس کا ستون (عمود) نماز ہے۔“

نماز تمام سابقہ امتوں پر بھی فرض رہی ہے۔ تمام انبیائے کرام عَلَيْهِمُ السَّلَام اپنی امتوں کو نماز کی تاکید فرماتے رہے۔ نبی کریم

خاتم النبیین ﷺ نے بھی امت کو نماز کی بہت زیادہ تاکید فرمائی، آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن سب سے پہلے نماز کے بارے میں سوال میں کیا جائے گا (سنن ابن ماجہ:1425)۔ نماز کی فرضیت قرآن وسنّت سے ثابت ہے جو شخص نماز کی فرضیت کا انکار کرے یا اس میں شک کرے یا نماز کا مذاق اڑائے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہوجائے گا۔ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو نماز کی ترغیب دیتے ہوئے ارشادفرمایا:

تم کیا سمجھتے ہو اگر تم میں سے کسی کے گھر کے سامنے نہر ہو جس سے وہ ہر روز پانچ مرتبہ نہاتا ہو، کیا اس (کے جسم) کا کوئی میل کچیل باقی رہ جائے گا؟" صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کی: اس کا کوئی میل کچیل باقی نہیں رہے گا۔ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا یہی پانچ نمازوں کی مثال ہے، اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے سے گناہوں کو صاف کر دیتا ہے۔ (صحیح مسلم:667)
نماز ایک مخصوص عبادت ہے جو کہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے امت کو سکھائی ہے اور ارشادفرمایا کہ نماز اس طرح ادا کرو جیسے مجھے پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو۔ (صحیح بخاری:6008)

فلسفۂ نماز

نماز کا بنیادی مقصد اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان ایک مضبوط روحانی تعلق قائم کرنا ہے۔ نماز اللہ تعالیٰ کے قرب کا موثر ترین ذریعہ ہے۔ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

ترجمہ: جب تم میں سے کوئی نماز میں ہوتا ہے تو وہ اپنے رب سے سرگوشی کرتا ہے۔ (صحیح بخاری:417)

دن میں پانچ مرتبہ نماز ادا کرنے سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک گہرا روحانی تعلق قائم ہوتا ہے۔ یہ تعلق بندے کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت، خوف، اور خشیت پیدا کرتا ہے، جو اس کی زندگی کے ہر پہلو پر اثر انداز ہوتا ہے۔ نماز انسان کو اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکنے، اپنی عاجزی کا اظہار کرنے اور اس کی عظمت کا اعتراف کرنے کا موقع فراہم کرتی ہے۔ نماز انسان کو یاد دہانی کرواتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا محتاج ہے اور اسی کے فضل وکرم پر اس کی زندگی کا دارومدار ہے۔ سجدہ، جو نماز کا اہم حصہ ہے، انسان کے دل میں عجز و انکساری کی کیفیت پیدا کرتا ہے اور اسے اپنے نفس کی بڑائی اور غرور سے بچاتا ہے۔ نماز بندے کو برائیوں اور گناہوں سے بچاتی ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ (سُوْرَةُ الْعَنْكَبُوْت:45)
ترجمہ: "بے شک نماز روکتی ہے بے حیائی اور برے کاموں سے۔"

نماز انسان کے دل کو صاف کرتی ہے، اس کے خیالات اور اعمال کو نیک بناتی ہے، اور اسے ایک صالح زندگی گزارنے کی تحریک دیتی ہے۔
دن میں پانچ مرتبہ نماز ادا کرنے سے انسان اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہیں ہوتا اور دن میں متعدد بار باوضو ہو کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہونا، عاجزی کے ساتھ اس کے حضور کھڑے ہونا، جھکنا اور سجدہ کرنا انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرماں برداری اور محبت کی ضمانت فراہم کرتا ہے اور اس طرح انسان غفلت اور گناہوں سے بچ جاتا ہے۔

Web version of PECTAA textbook Not for sale

نماز کے احکامات

نماز سفر، حضر، تنگی، خوش حالی، خوشی، غمی، صحت، بیماری، جنگ، امن الغرض ہر حالت میں فرض ہے۔ نماز کسی صورت بھی معاف نہیں ہے لیکن امت کی سہولت کی خاطر نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے بعض ناگزیر حالات میں نماز کو مختصر پڑھنے یا بیماری کی حالت میں بیٹھ کر، لیٹ کر یا اشاروں کے ساتھ پڑھنے کی رخصت عطا فرمائی ہے۔ ایک دن میں پانچ نمازیں بالترتیب فجر، ظہر، عصر، مغرب اور عشاء اپنے اپنے اوقات مقررہ میں فرض ہیں۔ نماز ادا کرنے سے پہلے وضو کو نماز کے لیے شرط قرار دیا گیا ہے، یعنی بغیر وضو کے نماز نہیں ہوتی البتہ امت کی سہولت کے لیے سخت بیماری کی حالت میں یا پانی نہ ملنے کی صورت میں تیمم کی اجازت دی گئی ہے۔ اسی طرح نماز کی جگہ کا پاک ہونا، جسم اور جسم پر موجود کپڑوں کا پاک ہونا، ستر کا چھپا ہونا، نماز کا وقت ہونا، قبلہ کی طرف رخ کرنا اور نماز کی نیت کرنا، نماز کی شرائط میں سے ہیں۔

نماز کے دوران میں نظروں کو گھمانا، آسمان کی طرف دیکھنا، مسلسل کپڑے درست کرتے رہنا اور انگلیاں چٹخانا، کھنگورتے رہنا، ہلتے جلتے رہنا ناپسندیدہ امور ہیں ان سے اجتناب کرنا چاہیے۔ ان امور میں مشغول ہونے سے نماز کا خشوع وخضوع متاثر ہوتا ہے۔ خشوع سے مراد انسان کے ظاہری اعضا کا عاجزی وانکساری کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جھک جانا اور خضوع سے مراد انسان کے دل اور خیالات کا اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا ہے۔ خشوع وخضوع کو نماز کی روح قرار دیا گیا ہے۔ خشوع وخضوع کے ساتھ نماز ادا کرنے کی فضیلت بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿1﴾ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ﴿2﴾ (سُوْرَةُ الْمُؤْمِنُوْن: 1-2)

ترجمہ: ”یقیناً ایمان والے کامیاب ہو گئے۔ جو اپنی نماز میں عاجزی کرنے والے ہیں۔“

حدیثِ مبارک میں خشوع وخضوع کی کیفیت کو یوں بیان کیا گیا ہے کہ نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے سینے سے رونے کی وجہ سے چکی کی آواز کے مانند آواز آتی تھی۔ (سنن ابی داود: 904)

اسی طرح نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم امت کو بھی نماز میں خشوع وخضوع کی ترغیب دیا کرتے تھے چناں چہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم سے سنا کہ جو مسلمان فرض نماز کا وقت پائے اور اچھی طرح وضو کرے اور خشوع وخضوع سے نماز ادا کرے تو وہ نماز اس کے تمام پچھلے گناہوں کے لیے کفارہ ہو جائے گی۔ (صحیح مسلم: 228) نماز میں خشوع وخضوع کے ساتھ ساتھ اخلاص کی تاکید کرتے ہوئے ریاکاری سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ﴿2﴾ (سُوْرَةُ الزُّمَر: 2)

ترجمہ: ”تو آپ اللہ کی عبادت کیجیے اس کے لیے دین کو خالص کرتے ہوئے۔“

نماز میں ریاکاری سے بچنے کی تاکید کرتے ہوئے نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس نے ریاکاری سے نماز ادا کی اس نے شرک کیا۔ (مسند احمد: 17140)

نماز قائم کرنے کا فلسفہ بھی یہی ہے کہ نماز کو خشوع وخضوع اور اخلاص کے ساتھ ادا کیا جائے، مکمل شرائط وآداب کو ملحوظ رکھا

Web version of PECTAA textbook Not for sale

جائے اور ہر اس عمل سے بچا جائے جو نماز کے ثواب کو ضائع کرنے کا سبب بنے۔

نماز قائم کرنے کے ساتھ ساتھ قرآن وحدیث میں نماز باجماعت ادا کرنے کی تاکید کی گئی ہے چناں چہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ﴿43﴾ (سُوْرَةُ الْبَقَرَة: 43)

ترجمہ: ''اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔''

اس آیتِ مبارکہ میں نماز قائم کرنے کے ساتھ ساتھ رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرنے کی تاکید ہے جو کہ نماز باجماعت ادا کرنے کی صورت ہے۔ احادیثِ مبارکہ میں نماز باجماعت ادا کرنے کی ترغیب دیتے ہوئے ایک موقع پر ارشاد فرمایا گیا ہے:

باجماعت نماز اکیلے کی پچیس نمازوں کے برابر (فضیلت رکھتی) ہے۔ (صحیح مسلم: 649)

اور ایک دوسرے موقع پر باجماعت نماز ادا کرنے (کے ثواب) کو ستائیس نمازوں کے برابر قرار دیا گیا ہے۔ (صحیح بخاری: 645)

دن میں پانچ مرتبہ اذان کی آواز اس بات کی طرف توجہ دلاتی ہے کہ نماز کو باجماعت ادا کیا جائے۔ باجماعت نماز ادا کرنے سے نظم وضبط کی فضا قائم ہوتی ہے اور پابندی قوانین کی تربیت ہوتی ہے۔ اسلام کے معاشرتی نظام کے احیا کا اعلان ہوتا ہے۔ نماز سے اسلام کے حسنِ تہذیب کے تصور کو جلا ملتی ہے۔

نماز کے فوائد

نماز کو مکمل آداب کے ساتھ ادا کرنے سے بے شمار روحانی وجسمانی فوائد حاصل ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے حکم کی فرماں برداری ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ سے تعلق قائم رہتا ہے ذکر الٰہی کی صورت میں دل کو سکون اور اطمینان کی دولت میسر آتی ہے، احساسِ بندگی قائم رہتا ہے اور انسان اللہ تعالیٰ کی خوش نودی اور بے شمار اجر وثواب کا حق دار ٹھہرتا ہے، اس کے گناہ معاف ہوتے ہیں اور وہ برائیوں سے بچ جاتا ہے۔ جب انسان نماز کے لیے دن میں پانچ مرتبہ وضو کرتا ہے تو سارا دن ہاتھ، چہرہ اور پاؤں دھلنے سے انسانی جسم ہر قسم کی غلاظت سے پاک صاف اور تروتازہ رہتا ہے اور انسانی صحت پر اس کے اچھے اثرات پڑتے ہیں۔ اسی طرح نماز کی حالت میں رکوع اور سجود کی ہیئت بھی اپنے اندر بے شمار طبی فوائد رکھتی ہے کہ سجدے کی حالت میں خون سر کی نالیوں میں وافر مقدار میں آسانی سے پہنچ جاتا ہے اور دماغ تروتازہ ہو جاتا ہے۔

نماز کے ان انفرادی اور روحانی وجسمانی فوائد کے ساتھ ساتھ بے شمار اجتماعی ومعاشرتی فوائد بھی ہیں۔ تنہا نماز پڑھنے کی بجائے جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کی ترغیب وتاکید اسی لیے کی گئی ہے کہ نماز کے اجتماعی ومعاشرتی فوائد حاصل ہوں۔ نماز باجماعت ادا کرنے سے اطاعت امیر کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ باہمی ہمدردی، محبت اور یگانگت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، دوسرے مسلمان بھائیوں کے حالات سے آگاہی ہوتی ہے جس سے غم گساری کے جذبات پروان چڑھتے ہیں۔ معاشرتی تفاوت کی حوصلہ شکنی ہوتی ہے اور ایک ہی صف میں کھڑے ہو کر اکٹھے نماز پڑھنے سے مساوات اور برابری کا درس ملتا ہے۔

ہمیں چاہیے کہ ہم قرآن وسنت کی روشنی میں نماز کو خشوع وخضوع کے ساتھ قائم کریں تاکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو راضی کر سکیں اور دنیا وآخرت میں کامیاب ہو سکیں۔

Web version of PECTAA textbook Not for sale

مشق

سوال 1: درست جواب کا انتخاب کریں۔

(i) توحید ورسالت کی شہادت کے بعد اسلام کا اہم ترین رکن ہے:

(الف) نماز (ب) روزہ (ج) حج (د) زکوٰۃ

(ii) ارشادِ باری تعالیٰ کے مطابق بے حیائی اور برائی سے روکنے والا عمل ہے:

(الف) روزہ (ب) حج (ج) عمرہ (د) نماز

(iii) دین کا ستون ہے:

(الف) نماز (ب) صدقہ وخیرات (ج) کمزوروں کی مدد (د) بڑوں کا ادب

(iv) نہر میں غسل کرنے کی مثال میں نبی کریم ﷺ نے ترغیب دی ہے:

(الف) پانچوں وقت نماز کی (ب) نمازِ تہجد کی (ج) نمازِ تراویح کی (د) نمازِ جنازہ کی

(v) اطاعتِ امیر کا جذبہ پیدا ہوتا ہے:

(الف) باجماعت نماز ادا کرنے سے (ب) پنج گانہ نماز ادا کرنے سے

(ج) وقت پر نماز ادا کرنے سے (د) نوافل ادا کرنے سے

سوال نمبر 2: مختصر جواب دیں۔

(i) نماز کی اہمیت مختصراً بیان کریں۔

(ii) باجماعت نماز کے عملی زندگی پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

(iii) نماز میں خشوع وخضوع سے کیا مراد ہے؟

(iv) نماز کی کوئی سی دو شرائط تحریر کریں۔

(v) نماز کے کوئی سے دو فوائد تحریر کریں۔

سوال نمبر 3: تفصیلی جواب دیں۔

- نماز کی اہمیت اور اس کے فوائد وثمرات پر جامع نوٹ لکھیں۔

سرگرمیاں برائے طلبہ واساتذہ کرام

- طلبہ مستند کتب کے ذریعے سے اور اپنے بڑوں سے نماز کے احکام ومسائل سمجھیں۔
- نماز میں خشوع وخضوع پیدا کرنے کی تدابیر تلاش کر کے اپنی نوٹ بک میں لکھیں۔
- سبق میں دی گئی نماز کی حکمتوں اور فضائل کے علاوہ مزید تلاش کریں۔
- نماز بے حیائی اور برائی سے روکنے میں کیسے مددگار ہوتی ہے؟ اس موضوع پر تقریر کا اہتمام کریں۔
- نماز باجماعت کے ذریعے سے درج ذیل میں سے آپ نے کون سی صفات واثرات محسوس کیے؟ نشان دہی کریں۔

وقت کی پابندی	نظم وضبط	خشوع وخضوع	عاجزی	اللہ تعالیٰ کا خوف محسوس ہونا	مساوات	جسمانی چستی

Web version of PECTAA textbook
Not for sale

(ب) فلسفۂ زکوٰۃ وصدقات

حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کو پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- زکوٰۃ کی فرضیت اور حکمتوں کو جان سکیں۔
- عشر اور خمس کے متعلق جان سکیں۔
- زکوٰۃ کے احکام و مسائل، آداب اور عاملین زکوٰۃ کی تحدید کو سمجھ سکیں۔
- زکوٰۃ، عشر اور خمس کی حکمت اور فضائل سے آگاہ ہو سکیں۔
- اسلام کے معاشی نظام میں زکوٰۃ وصدقات کے اثرات کا جائزہ لے سکیں۔
- صاحبِ نصاب ہونے کی صورت میں اپنے گھر والوں، بزرگوں یا علمائے کرام کی مدد سے زکوٰۃ کا حساب کر سکیں۔
- زکوٰۃ وصدقات کو مستحقین تک پہنچانے کا ذریعہ بن سکیں۔
- صدقات اور رفاہِ عامہ کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والے بن سکیں۔

زکوٰۃ کا مفہوم

زکوٰۃ کے لغوی معنیٰ، پاک ہونا، نشوونما پانا اور بڑھنے کے ہیں۔ اصطلاح میں زکوٰۃ سے مراد وہ مالی عبادت ہے جو ہر عاقل و بالغ، صاحبِ نصاب مسلمان پر، اڑھائی فیصد کی شرح سے سال میں ایک مرتبہ فرض ہے۔ جو مسلمان زکوٰۃ ادا کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اپنا مال پاک کر لیتا ہے اور اس کا دل بھی دولت کی ہوس سے پاک ہو جاتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

خُذۡ مِنۡ اَمۡوَالِهِمۡ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمۡ وَتُزَكِّيۡهِمۡ (سُوۡرَةُ التَّوۡبَة: 103)

ترجمہ: ''آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم) ان کے مال میں سے صدقہ لیجیے تا کہ آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم) انھیں پاک کریں اور اس کے ذریعہ ان کا تزکیہ کریں۔''

زکوٰۃ کی فرضیت

زکوٰۃ یکم رمضان المبارک 2 ہجری کو فرض ہوئی۔ زکوٰۃ کا مکمل نظام 9 ہجری فتح مکہ کے بعد نافذ ہوا۔ زکوٰۃ فرض حکم ہے، اس کا منکر دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ حضور اکرم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم کے وصال کے بعد بعض عرب قبائل نے مسلم حکومت کو زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ان کے خلاف جہاد کیا اور اسلام کے اس حکم کو نافذ کیا۔

زکوٰۃ کے لازم ہونے کے لیے ضروری ہے کہ انسان عاقل، بالغ مسلمان اور آزاد ہو اور اسے صاحبِ نصاب ہوئے ایک قمری سال گزر چکا ہو اور اس کا مال، قرض اور بنیادی ضروریاتِ زندگی مثلاً گھر کے سامان، کھانے، پینے اور پہننے سے زائد ہو۔ یاد رہے کہ مال زکوٰۃ کا نصاب سال کے شروع اور آخر میں اگر پورا ہو تو زکوٰۃ فرض ہوگی سال کے دوران اس مال میں کمی ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ سال کے

Web version of PECTAA textbook not for sale

آخر میں موجود تمام مال پر زکوٰۃ دینا لازم ہوگی۔

نصابِ زکوٰۃ

زکوٰۃ کا نصاب ساڑھے باون تولے چاندی یا ساڑھے سات تولے سونا یا ان دونوں میں سے کسی ایک کی قیمت کے برابر ہے، جس پر اڑھائی فی صد (چالیسواں حصہ) زکوٰۃ ہے۔ جانوروں پر زکوٰۃ کا نصاب پانچ اونٹ، 30 گائے اور بھینسیں اور 40 بکریاں ہیں جن پر سال گزرنے کے بعد ان کی مقررہ شرح کے ساتھ زکوٰۃ ادا کرنا لازم ہے۔ یہاں جانوروں سے مراد وہ جانور ہیں جو نسل بڑھانے کی نیت سے رکھے ہوں اور وہ جانور جو سال کے اکثر حصہ میں جنگل وغیرہ میں چرتے ہوں ایسے جانور جو خرید و فروخت کے لیے رکھے ہوں وہ مالِ تجارت ہیں ان پر مالِ تجارت کے احکام لاگو ہوں گے۔

اس کے علاوہ نقدی، مالِ تجارت اور ضرورت سے زائد تمام اشیاء پر بھی اڑھائی فی صد کی شرح سے سال کے بعد زکوٰۃ ادا کرنا لازم ہے۔ مالِ تجارت سے مراد وہ سامان ہے جسے تجارت کی نیت سے خریدا گیا ہو اس پر زکوٰۃ لازم ہوگی۔ صاحبِ نصاب مسلمان کو اپنے تمام اثاثہ جات کا حساب لگا کر پوری ذمہ داری کے ساتھ ہر سال زکوٰۃ ادا کرنی چاہیے۔

Web version of PECTAA textbook Not for Sale

مصارفِ زکوٰۃ (زکوٰۃ کہاں خرچ کی جائے)

دینِ اسلام نے زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دینے کے ساتھ ساتھ ان مصارف کی طرف بھی راہ نمائی فرمائی ہے جن کو زکوٰۃ کا مال دیا جائے گا۔ مصارفِ زکوٰۃ آٹھ ہیں:

- فقرا
- مساکین
- عاملین (زکوٰۃ اکٹھی کرنے والا عملہ)
- تالیفِ قلوب (اسلام کی طرف رغبت کے لیے دل جوئی)
- غلام آزاد کرنے کے لیے
- قرض داروں کا قرض ادا کرنا
- فی سبیل اللہ (فروغِ دین کے امور)
- مسافر

عُشر

عشر کا لغوی معنیٰ "دسواں حصہ" (10 فی صد) ہے۔ دینی اصطلاح میں یہ زمینی پیداوار کی زکوٰۃ ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ (سُوْرَةُ الْاَنْعَام: 141)

ترجمہ: اور اس کی کٹائی کے دن اس کا حق ادا کرو۔

جو زمین بارش یا چشموں سے سیراب ہو اس پر عشر یعنی پیداوار کا دسواں حصہ (10 فی صد) ہے اور جس زمین کو کنویں کے پانی یا مصنوعی طریقے سے سیراب کیا جائے اس پر نصف عشر یعنی پیداوار کا بیسواں حصہ (5 فی صد) ہے۔

سرکاری ٹیکس وغیرہ ادا کرنے سے عشر ادا نہیں ہوتا۔ عشر بھی زکوٰۃ کی طرح ہی ہے، فرق صرف یہ ہے کہ زکوٰۃ مال کا حق ہے اور عشر زمینی پیداوار کا، زکوٰۃ کی ادائی کے لیے مال یا سامان وغیرہ پر سال کا گزرنا ضروری ہے جب کہ عشر میں سال کا گزرنا ضروری نہیں بلکہ اگر دو یا

زائد مرتبہ فصل ہوتی ہے تو ہر مرتبہ عشر ادا کرنا ضروری ہے۔

خُمس

خمس سے مراد مال کا پانچواں حصہ ہے۔ وہ مال جو دشمنانِ اسلام سے جنگ کے دوران ہاتھ آئے اسے "مالِ غنیمت" کہتے ہیں۔ مالِ غنیمت کا پانچواں حصہ اللہ تعالیٰ، اس کے رسول خاتم النبیین ﷺ، آپ خاتم النبیین ﷺ کے رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

> اور جان لو کہ تم جو کوئی چیز غنیمت میں حاصل کرو تو بے شک اس کا پانچواں حصہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور رسول (خاتم النبیین ﷺ) کے لیے اور رسول (خاتم النبیین ﷺ) کے رشتہ داروں کے لیے اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں (کے لیے) ہے۔ (سُوْرَةُ الْاَنْفَال: 41)

عاملینِ زکوٰۃ کی ذمہ داری

جو لوگ زکوٰۃ وصول کر کے انھیں مستحقین میں تقسیم کرنے کا بیڑہ اٹھاتے ہیں، انھیں اس فریضے کو انتہائی دیانت داری سے ادا کرنا چاہیے۔ اجتماعی اموال میں خیانت کا جرم بہت سنگین جرم ہے۔ رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی کوئی ذمہ داری عطا کی اور اس کا انتقال اس حال میں ہوا کہ وہ اس ذمہ داری میں خیانت اور کھوٹ سے کام لے رہا تھا تو اللہ تعالیٰ اس پر جنّت کو حرام فرما دے گا۔ (صحیح بخاری: 7151) ذاتی طور پر زکوٰۃ ادا کرنے کی بجائے محلہ اور حکومتی سطح پر اہلِ خیر حضرات زکوٰۃ کو جمع کر کے مصارفِ زکوٰۃ میں تقسیم کرنے کا اہتمام کریں۔

اسلام کے معاشی نظام میں زکوٰۃ کی اہمیّت

اسلام کے معاشی نظام میں زکوٰۃ کو وہی حیثیت حاصل ہے جو انسانی جسم میں روح کو حاصل ہے۔ زکوٰۃ سے غربت اور بے روزگاری کا خاتمہ ہوتا ہے اور فلاحی معاشرہ تشکیل پاتا ہے۔ دولت گردش میں رہتی ہے جس سے انسانوں کی بنیادی ضروریات پوری ہوتی رہتی ہیں اور دولت صرف چند ہاتھوں تک محدود نہیں رہتی۔

زکوٰۃ کے نظام سے جرائم اور ظلم کے خاتمے میں مدد ملتی ہے۔ گداگری رک جاتی ہے۔ زکوٰۃ ادا ہونے سے طبقاتی تقسیم ختم ہو جاتی ہے۔ زکوٰۃ ادا کرنے سے انسان کے پاس باقی رہ جانے والا مال پاک ہو جاتا ہے اور اس کی برکت سے انسان باطنی بیماریوں مثلاً بخل وغیرہ سے پاک ہو جاتا ہے۔ اگر زکوٰۃ و صدقات، عشر اور خمس کا نظام صحیح معنٰی میں نافذ کر دیا جائے تو غربت کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے سے امیر لوگوں کے مال میں برکت آتی ہے، بیماریاں اور آفتیں دور ہونے کے ساتھ ساتھ غریبوں کا بھی بھلا ہوتا ہے اور انھیں زندگی گزارنے کے لیے ضروری اسباب میسر آ جاتے ہیں۔

Web version of PECTAA textbook Not for sale

مشق

سوال 1: درست جواب کا انتخاب کریں۔

(i) ارشادِ ربانی کے مطابق زکوٰۃ کی فرضیت کا مقصد ہے:

(الف) پاکیزگی (ب) گردشِ دولت (ج) غربت کا خاتمہ (د) نفرتوں کا خاتمہ

(ii) منکرینِ زکوٰۃ کے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اقدام کیا:

(الف) جہاد کا (ب) جلاوطنی کا (ج) قید کا (د) بائیکاٹ کا

(iii) مصنوعی طریقے سے سیراب ہونے والی زمین پر عشر کی شرح ہے:

(الف) اڑھائی فی صد (ب) پانچ فی صد (ج) سات فی صد (د) دس فی صد

(iv) مالِ غنیمت میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور اہلِ بیتِ اطہار رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا حصہ کہلاتا ہے:

(الف) عشر (ب) خمس (ج) صدقۂ فطر (د) جزیہ

(v) زکوٰۃ ادا کرنے سے معاشرے سے ختم ہو جاتی ہے:

(الف) غربت (ب) بدسلوکی (ج) بدانتظامی (د) فضول خرچی

سوال نمبر 2: مختصر جواب دیں۔

(i) کوئی سے چار مصارفِ زکوٰۃ تحریر کریں۔
(ii) سونے اور چاندی پر زکوٰۃ کا نصاب تحریر کریں۔
(iii) عاملینِ زکوٰۃ کی ذمہ داریاں بیان کریں
(iv) اسلام کا نظامِ زکوٰۃ طبقاتی نظام کے خاتمے کا کیسے ضامن ہے؟
(v) اگر دس (10) تولے سونے کی قیمت تیس (30) لاکھ ہو تو اس پر کتنی زکوٰۃ ہوگی؟

سوال نمبر 3: تفصیلی جواب دیں۔

- زکوٰۃ کے احکام و مسائل اور معاشرتی اثرات پر نوٹ لکھیں۔

سرگرمیاں برائے طلبہ و اساتذہ کرام

- طلبہ اپنے گھر والوں، بزرگوں یا علمائے کرام کی مدد سے زکوٰۃ کا حساب کریں۔
- زکوٰۃ کے علاوہ فقرا و مساکین کی مدد کرنے کے دیگر طریقے اپنی نوٹ بک میں لکھیں۔
- زکوٰۃ و عشر کی حکمتیں تلاش کریں اور کمرا جماعت میں ساتھیوں کو بتائیں۔
- زکوٰۃ و صدقات، غربت ختم کرنے اور معاشی توازن قائم کرنے میں کیسے مددگار ثابت ہوتے ہیں؟۔ اس موضوع پر تحقیق کر کے کمرا جماعت میں مباحثے کا اہتمام کریں۔

Web version of PECTAA textbook
Not for sale

(ج) فلسفۂ صوم

حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کو پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- مختلف مذاہب میں روزے کا فلسفہ، اسلام میں روزے کی فرضیت، فضیلت، احکام و مسائل (ادا، قضا، کفارہ اور فدیہ) اور اقسام سمجھ سکیں۔
- رمضان المبارک میں کیے جانے والے مسنون اعمال مثلاً قیام اللیل، کثرتِ صدقات، تلاوتِ قرآن مجید، مسنون دعائیں، اعتکاف، شبِ قدر اور فطرانہ کی حکمتوں سے آگاہ ہو سکیں۔
- عملی زندگی پر روزے کے اثرات کا جائزہ لے سکیں۔
- آداب کے ساتھ روزہ رکھ کر تقویٰ اور صبر جیسی صفات اپنانے والے بن سکیں۔
- رمضان المبارک کے مسنون اعمال (تلاوتِ قرآن، اعتکاف، صدقہ وخیرات اور فطرانہ) وغیرہ کا اہتمام کرنے والے بن سکیں۔

Web version of PECTAA textbook
Not for sale

روزے کا مفہوم

قرآنِ مجید میں روزے کو صوم کہا گیا ہے ہیں۔ صوم کا معنی ہے: رُک جانا۔ صبح صادق سے لے کر غروبِ آفتاب تک کھانے پینے اور بعض دوسری جائز خواہشات سے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے روکے رکھنا، روزہ کہلاتا ہے۔

روزے کی فرضیت و اہمیت

روزہ اسلام کا اہم رکن ہے، اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر رمَضان المبارک کے روزے فرض فرمائے ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿183﴾ (سُوْرَةُ الْبَقَرَة: 183)

ترجمہ: ”اے ایمان والو! تم پر روزہ رکھنا فرض کیا گیا ہے جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیا گیا تھا تا کہ تم (نافرمانی سے) بچ سکو۔“

احادیث مبارکہ میں بھی رمضان شریف کے روزوں کی بہت فضیلت بیان کی گئی ہے۔ نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کا ارشاد ہے:

جس کسی نے رَمَضان کے روزے ایمان اور احتساب (برائیوں سے اجتناب) کی نیت سے رکھے اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔ (صحیح بخاری: 1901)

قرآنِ مجید میں یہ بات واضح انداز میں بیان کی گئی ہے کہ روزے پچھلی امتوں پر بھی فرض کیے گئے تھے۔ اب بھی مختلف مذاہب کے ماننے والے لوگ روزہ رکھتے ہیں، اگرچہ ان کے روزوں کی نوعیت اور وقت مسلمانوں کے روزوں سے مختلف ہے۔

روزے کے احکام و مسائل

رمضان المبارک کے روزے ہر عاقل، بالغ، صحت مند اور مقیم مسلمان پر فرض ہیں۔ اگر کوئی مریض یا مسافر ہونے کی وجہ سے رمضان کا روزہ چھوڑ دے تو وہ بعد میں اس روزے کی قضا کرے گا۔ جو مسلمان اتنا بیمار ہو کہ اس کے کبھی بھی تن درست ہونے کی امید نہ ہو تو وہ ہر روزے کا فدیہ دے گا۔ روزے کا فدیہ ایک مسکین کو دو وقت یعنی صبح شام کا کھانا کھلانا ہے۔

اگر کوئی شخص جان بوجھ کر رمضان کا روزہ توڑ دے تو اس پر قضا اور کفارہ دونوں لازم ہوتے ہیں، کفارے میں اس پر مسلسل ساٹھ روزے رکھنا اور قضا کے طور پر مزید ایک روزہ رکھنا ضروری ہوگا، اگر درمیان میں ایک روزہ بھی رہ جائے تو از سرِ نو روزے رکھنا لازم ہوں گے، اگر اس کی قدرت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو فدیہ دے گا۔ ایک مسکین کو ساٹھ دن صدقۂ فطر کے برابر غلہ وغیرہ دیتا رہے یا ایک ہی دن ساٹھ مسکینوں میں سے ہر ایک کو صدقۂ فطر کی مقدار دے دے، دونوں طرح جائز ہیں یا صدقۂ فطر کی مقدار غلہ یا قیمت دینے کے بجائے ساٹھ مسکینوں کو ایک دن صبح و شام یا ایک مسکین کو ساٹھ دن صبح و شام کھانا کھلا دے۔

روزے کی اقسام

روزے کی تین قسمیں ہیں:

- **فرضِ معیّن:** جو روزہ لازم ہو اور اس کو ادا کرنے کا وقت متعین ہو جیسے رمضان کا روزہ اور نذرِ معیّن کا روزہ
- **فرضِ غیر معیّن:** جو روزہ لازم ہو اور اس کو ادا کرنے کا وقت متعین نہ ہو جیسے کفارے کا روزہ، قضا کا روزہ اور نذرِ غیر معیّن کا روزہ
- **نفلی روزہ:** نو ذوالحجہ یعنی یومِ عرفہ کا روزہ اور نویں و دسویں محرم الحرام کا روزہ۔

رمضان المبارک کے مسنون اعمال

اسلامی مہینوں میں فضیلت والا مہینا رمضان کا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس مہینے میں نیکیوں کے ثواب کو ستر (70) گنا تک بڑھا دیتا ہے۔ رمضان المبارک انتہائی فضیلت والا مہینا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب رمضان کا مہینا آیا تو میں نے آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم سے سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول! اگر میں لیلۃ القدر کو پا لوں تو اس میں کیا دعا کروں؟ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا، یہ دعا کیجیے:

> اَللّٰھُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ كَرِيْمٌ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّيْ (جامع ترمذی: 3513)
>
> **ترجمہ:** "اے اللہ تو معاف کرنے والا ہے، معافی کو پسند کرتا ہے، پس مجھے معاف فرما دے۔"

رمضان میں عشاء کی نماز کے بعد تراویح ادا کی جاتی ہے، جس میں مکمل قرآن مجید کی تلاوت ہوتی ہے۔ تراویح کو "قیام اللیل" بھی کہا جاتا ہے۔ قرآنِ مجید اور رمضان المبارک کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔ اس مہینے میں قرآن مجید کا نزول ہوا۔ رمضان المبارک میں قرآن مجید کی تلاوت کرنا مسنون عمل ہے۔ نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم رمضان المبارک میں قرآنِ مجید کی تلاوت کا کثرت سے اہتمام فرمایا کرتے تھے اور حضرت جبریل علیہ السلام کے ساتھ قرآن مجید کا دور فرمایا کرتے تھے۔ آخری رمضان المبارک میں آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے دو

Web version of PECTAA textbook Not for sale

مرتبہ حضرت جبریل علیہ السلام سے دور فرمایا تھا۔ نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم یوں تو پورا سال ہی رات کو اللہ تعالیٰ کی عبادت فرماتے تھے، لیکن رمضان المبارک کے آخری عشرے میں آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم عبادت کا غیر معمولی اہتمام فرماتے تھے اور اپنے گھر والوں کو بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف ہو جانے کی تلقین فرماتے تھے۔

رمضان المبارک کے آخری دس دن مسجد میں اعتکاف کرنا نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی سنّت ہے۔ ان دنوں میں شبِ قدر بھی تلاش کرنی چاہیے۔ شبِ قدر رمضان المبارک کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں سے کوئی ایک رات ہوتی ہے۔ یہ بہت ہی خیر و برکت والی رات ہے، قرآن مجید میں شبِ قدر کو ایک ہزار مہینوں سے بہتر رات قرار دیا گیا ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۙ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ۝3 (سُوْرَةُ الْقَدْر: 3)

ترجمہ: ”شبِ قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔“

رمضان المبارک مکمل ہونے پر عید کی نماز سے پہلے صدقۂ فطر ادا کیا جاتا ہے۔ ہر صاحبِ نصاب مسلمان پر اپنے اور اپنے نابالغ بچوں کا صدقۂ فطر ادا کرنا واجب ہے۔ صدقۂ فطر رمضان کی تکمیل کا شکرانہ ہے۔ اس کی وجہ سے نادار لوگ بھی عید کی خوشیوں میں شریک ہو جاتے ہیں۔

عملی زندگی میں روزے کے اثرات

روزہ رکھنے سے انسان میں تقویٰ پیدا ہوتا ہے اور یہ انسان کو گناہوں سے بچاتا ہے اور نیکی کی طرف راغب کرتا ہے۔ نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے ارشاد فرمایا: روزہ گناہوں کے مقابلے میں ڈھال ہے۔ (صحیح بخاری: 7492)

رمضان المبارک صلح کا مہینا ہے، اس میں جھگڑوں سے بچنے کا بھی خاص حکم دیا گیا ہے۔ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کا ارشاد ہے:

اگر کوئی شخص تم سے لڑائی کرنا چاہے تو اس سے کہہ دو کہ میں روزے سے ہوں۔ (صحیح بخاری: 1894)

اس پاکیزہ مہینے میں جب امیر و غریب، آقا و غلام، حاکم و محکوم مسلسل ایک ماہ تک روزے رکھتے ہیں تو اُن میں برابری اور مساوات کا احساس پیدا ہوتا ہے۔ ایک ہی وقت میں سحر و افطار سے معاشرے میں ہم آہنگی پیدا ہوتی ہے اور غریب و امیر کا فرق مٹنے لگتا ہے۔ روزہ دار جب سارا دن بھوکا پیاسا رہتا ہے تو افطاری کے وقت اسے سادہ سے سادہ چیز بھی انتہائی لذیذ محسوس ہوتی ہے، اس سے روزے دار میں سادگی اور قناعت کی صفت پیدا ہوتی ہے۔ روزے دار کی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ روزہ رکھنے کا فائدہ یہ ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے اور انسان کی صحّت بھی درست رہتی ہے۔

مقررہ وقت پر سحر و افطار کا اہتمام روزے دار کو وقت کا پابند بناتا ہے۔ وقت کے بارے میں یہ احتیاط ہماری زندگی میں نظم و ضبط پیدا کرتی ہے۔ ایک ماہ کی یہ مشق روزے دار کو اس بات کا عادی بنا دیتی ہے کہ وہ اپنی بقیہ زندگی کے اُمور بھی وقت پر انجام دے۔

ساری دنیا کے طبیب اس بات پر متفق ہیں کہ معدہ کا ہر وقت بھرا رہنا بہت سی بیماریوں کو جنم دیتا ہے۔ روزے میں جب انسان کا معدہ خالی ہوتا ہے تو انسان کئی بیماریوں سے محفوظ رہتا ہے۔ جسم کے اعضا میں قوتِ مدافعت پیدا ہوتی ہے۔ انسانی جسم فاضل رطوبتوں اور فاسد مادوں سے پاک ہو جاتا ہے۔

Web version of PECTAA textbook
Not for sale

روزہ تربیت کا بہترین نظام ہے۔ اس میں اخلاق وعادات کی اصلاح کے تمام پہلو موجود ہیں۔ طلبہ کے لیے روزے کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے کیوں کہ ذہانت اور حافظے کا تعلق انسان کی خوراک کے توازن اور اس کے معدے کی درستی کے ساتھ بھی ہے۔ روزہ نظامِ ہضم کی درستی میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ گویا روزے سے ہمارا جسم صحت مند رہتا ہے اور ہماری روح بھی پاکیزہ ہو جاتی ہے۔

ہمیں رمضان المبارک کے روزوں کا بھرپور اہتمام کرنا چاہیے تاکہ ہم روحانی وجسمانی بیماریوں سے نجات حاصل کر سکیں اور دنیا و آخرت میں کامیابی حاصل کر سکیں۔

مشق

سوال 1: درست جواب کا انتخاب کریں۔

(i) روزے کو عربی میں کہتے ہیں:

(الف) صلوٰۃ (ب) صمت (ج) صوم (د) سوم

(ii) جس روزے کو ادا کرنا لازم ہو اور اس کا وقت مقرر ہو اس کو کہتے ہیں:

(الف) فرضِ معیّن (ب) فرضِ غیر معیّن (ج) مباح (د) نفلی

(iii) صاحبِ نصاب مسلمان پر عید الفطر کی نماز سے پہلے ادا کرنا ضروری ہے:

(الف) صدقۂ فطر (ب) فدیہ (ج) کفارہ (د) زکوٰۃ

(iv) جان بوجھ کر رمضان المبارک کا روزہ توڑنے والے شخص پر لازم ہے:

(الف) قضا (ب) کفارہ (ج) قضا اور کفارہ دونوں (د) فدیہ

(v) مقررہ وقت پر سحر و افطار سے انسان کو درس ملتا ہے:

(الف) نظم وضبط کا (ب) عفوو درگزر کا (ج) استقامت کا (د) سخاوت کا

سوال نمبر 2: مختصر جواب دیں۔

(i) صوم (روزے) کا معنی و مفہوم تحریر کریں۔
(ii) روزے کا فدیہ تحریر کریں۔
(iii) رمضان المبارک کے روزے کو فرضِ معیّن روزہ کیوں کہا جاتا ہے؟
(iv) ماہِ رمضان کے دو مسنون عمل تحریر کریں۔
(v) روزے کے انسانی صحت پر کوئی سے دو اثرات تحریر کریں۔

سوال نمبر 3: تفصیلی جواب دیں۔

- اسلامی تعلیمات کی روشنی میں صوم (روزے) پر تفصیلی نوٹ لکھیں۔

سرگرمیاں برائے طلبہ و اساتذہ کرام

- روزے کے احکام و مسائل (مفسدات، مکروہات) کی تفصیل اپنے والدین سے اور مساجد وغیرہ میں جا کر سیکھیں۔
- روزے سے تقویٰ کا حصول کیسے ہوتا ہے؟ اس موضوع پر مذاکرے کا اہتمام کریں۔
- دیگر مذاہب میں روزے کے تصور کے بارے میں معلومات مستند ذرائع سے حاصل کریں۔

Web version of PECTAA textbook Not for sale

(د) فلسفہ حج و قربانی

حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کو پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- حج کی فرضیت، حکمت اور فلسفے کو سمجھ سکیں۔
- حج کے احکام و مسائل (شرائط، مناسک، اقسام وغیرہ) جان سکیں۔
- قربانی کے فضائل، احکام اور مسائل سمجھ سکیں۔
- حرمین شریفین کی حاضری کے آداب اور عملی زندگی پر حج کے انفرادی و اجتماعی اثرات کا جائزہ لے سکیں۔
- صاحبِ استطاعت ہونے کی صورت میں آداب کے ساتھ حج اور قربانی کرنے والے بن سکیں۔
- فلسفہ حج کو سمجھتے ہوئے اجتماعیت کی روح کے مطابق زندگی گزار سکیں۔

اسلام کے نظامِ عبادات میں نماز، روزہ اور زکوٰۃ کے ساتھ حج بھی ایک اہم اور جامع عبادت ہے۔ حج کے لغوی معنیٰ "ارادہ کرنا" کے ہیں۔ اصطلاح میں صاحبِ استطاعت مسلمان کا ایامِ حج میں مناسکِ حج ادا کرنے کے لیے بیت اللہ کی زیارت کا ارادہ کرنا حج کہلاتا ہے۔

حج کی فرضیت، حکمت اور فلسفہ

حج کی فرضیت کا حکم ہجرت کے نویں سال نازل ہوا۔ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے اپنی حیاتِ مبارکہ میں ایک حج اور چار عمرے ادا فرمائے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ؕ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿97﴾ (سُوْرَةُ اٰلِ عِمْرٰن: 97)

ترجمہ: "اور اللہ تعالیٰ کے لیے لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا (فرض) ہے جو کوئی بھی اِس کی طرف جانے کی اِستطاعت رکھتا ہو اور جس کسی نے کفر کیا تو بے شک اللہ تعالیٰ جہان (والوں) سے بے نیاز ہے۔"

نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا: حجِ مبرور (مقبول حج) کی جزا جنّت کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ جس نے حج کیا اور اس نے کوئی فحش اور بے ہودہ بات نہیں کی اور نہ ہی کوئی گناہ کا کام کیا تو اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔ (جامع ترمذی: 933)

حج ایک ایسی جامع عبادت ہے جو بیک وقت روحانی، بدنی اور مالی عبادات پر مشتمل ہے حج کے مناسک میں احرام باندھنا، منیٰ جانا، وقوفِ عرفات، مزدلفہ میں قیام، جمرات کو کنکریاں مارنا، قربانی کرنا، حلق کرنا، طواف اور سعی کرنا شامل ہے۔

مرد اور عورت پر حج لازم ہونے کے لیے یہ شرط ہے کہ وہ مسلمان ہو، بالغ ہو، عاقل ہو، تن درست ہو اور اتنے مال کا مالک ہو کہ حج کے زادِ راہ کے علاوہ اس کے پاس اہلِ خانہ کی گزر بسر کے لیے مناسب رقم موجود ہو۔ مرد کے لیے دو بغیر سلی سفید چادروں کا لباس (احرام)

Web version of PECTAA textbook Not for sale

پہننا بھی حج کی شرائط میں شامل ہے۔

حج کے مناسک سے مراد حج میں کیے جانے والے اعمال ہیں اور یہ مناسک آٹھ (8) ذوالحجہ "یوم الترویہ" سے شروع ہو کر تیرہ (13) ذوالحجہ کو اختتام پذیر ہوتے ہیں۔ آدابِ حج میں یہ بات شامل ہے کہ ہر قسم کی غیر اخلاقی حرکتوں، گالی گلوچ، اور جھگڑے سے اجتناب کیا جائے اور بعض حلال امور جیسے شکار اور تعلقِ زوجیت سے بھی منع کیا گیا ہے۔

احکام و مسائل

جو شخص مکہ مکرمہ کے علاوہ کسی بھی ملک سے حج کرنے جاتا ہے تو اس کے لیے لازم ہے کہ وہ میقات سے احرام باندھ کر حرم کی حدود میں داخل ہو۔ میقات سے مراد خانہ کعبہ کے چاروں سمتوں میں موجود وہ مقامات ہیں جہاں سے احرام باندھے بغیر حرم کی حدود میں داخل ہونا منع ہے۔ پاکستان سے جانے والے لوگوں کا میقات "یلملم" ہے جو خانہ کعبہ سے ایک سو اٹھائیس (128) کلومیٹر کی مسافت پر ہے۔

پاکستان سے جانے والے مسلمان اگر پہلے مکہ جائیں تو انھیں جہاز کے میقات کی حدود کے اندر داخل ہونے سے پہلے احرام باندھ لینا چاہیے، جس کے لیے گھر سے، ہوائی اڈے سے یا جہاز میں (میقات سے پہلے) باندھنا چاہیے۔ پاکستان سے مدینہ منوّرہ جانے کی صورت میں احرام نہیں باندھا جائے گا۔

حج کرنے والا شخص اگر مکہ مکرمہ کا رہائشی ہے تو وہ چوں کہ احرام کی پابندیوں سے پہلے ہی آزاد ہے، اس لیے وہ 8 ذوالحجہ کو صرف حج کی نیت سے احرام باندھ کر مناسکِ حج ادا کرتا ہے اس لیے اس کو مُفرِد یعنی صرف حج کرنے والا کہا جاتا ہے اور حج کی اس قسم کو، حج افراد، کہا جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص میقات سے یہ نیت کر کے احرام باندھتا ہے کہ وہ عمرہ کر کے احرام اتارے گا اور 8 ذوالحجہ کو حج کے مناسک کی ادائی کے لیے دوبارہ احرام باندھے گا تو اس کو "حج تمتّع" کہتے ہیں اور اگر عمرہ اور حج دونوں کی اکٹھی نیت کرتا ہے تو اس کو "حج قران" کہا جاتا ہے۔ نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے حج قران ادا فرمایا اور یہ حج فضیلت والا ہوتا ہے۔

عازمینِ حج آٹھ (8) ذوالحجہ (یوم الترویہ) کو فجر کی نماز کے بعد احرام باندھ کر دو رکعت نماز پڑھتے ہیں اور حج کی نیت کرتے ہیں اور تلبیہ کے درج ذیل الفاظ بآوازِ بلند ادا کرتے ہیں:

> لَبَّيْكَ، اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ، إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ، لَا شَرِيْكَ لَكَ
>
> **ترجمہ:** "میں حاضر ہوں اے اللہ! میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں، میں حاضر ہوں، تیرے ہی لیے تعریفیں ہیں، نعمتیں اور بادشاہت تیری ہی ہے، تیرا کوئی شریک نہیں۔"

اس کے بعد منیٰ کے میدان کی طرف نکل جاتے ہیں، منیٰ مکہ مکرمہ سے چند کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے، اگلے دن فجر کی نماز پڑھ کر حاجی وہاں سے میدانِ عرفات جاتے ہیں، جہاں حج کا مرکزی رکن وقوفِ عرفہ ادا کرتے ہیں، وقوفِ عرفہ کا معنیٰ "عرفات کے میدان

Web version of PECTAA textbook Not for sale

میں ٹھہرنا" ہے، جہاں حج کا خطبہ سنا جاتا ہے، ظہر اور عصر کی نماز اکٹھی ادا کی جاتی ہے اور مغرب کا وقت شروع ہوتے ہی مغرب کی نماز پڑھے بغیر مزدلفہ روانہ ہوتے ہیں۔ وہاں رات کو پہنچ کر مغرب اور عشاء اکٹھی ادا کرتے ہیں، مزدلفہ کے میدان سے جمرات کو مارنے کے لیے کنکریاں چنتے ہیں اور فجر کی نماز ادا کر کے سورج نکلنے کا انتظار کیے بغیر منیٰ کی طرف روانہ ہو جاتے ہیں۔ وہاں تین جمرات میں سے آخری جمرہ جس کو "جمرہ عقبہ" کہتے ہیں، سات کنکریاں مار کر قربانی کر کے حلق یا قصر کرواتے ہیں۔

حلق کا مطلب سر منڈوانا اور قصر کا مطلب بال چھوٹے کروانا ہے پھر حاجی احرام اتار کر غسل وغیرہ کر کے اپنا روزمرہ کا لباس پہن سکتے ہیں۔ بارہ (12) ذوالحجہ کی مغرب تک حاجی تین راتیں منیٰ میں ہی گزارتے ہیں اور ہر روز تین جمرات کو سات سات کنکریاں مارتے ہیں۔ اسی دوران کسی بھی وقت حرمِ کعبہ جا کر طواف اور صفا و مروہ کے مقام پر سعی کر لیں تو حج مکمل ہو جاتا ہے۔ اس طواف کو "طواف زیارت" کہتے ہیں۔ اگر کوئی 12 ذوالحجہ کو مغرب تک منیٰ سے روانہ نہ ہو سکے تو اسے تیرہ (13) ذوالحجہ کو بھی رَمی (کنکریاں مارنا) کرنا ہوگی۔

مکہ مکرّمہ اور مدینہ منوّرہ کو "حرمین" کہا جاتا ہے۔ اس کا مطلب "دو عزت والی جگہیں" ہے جو لوگ حج اور عمرہ کے لیے جاتے ہیں، وہ مدینہ منورہ میں روضہء رسول خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم پر حاضری دیتے ہیں اور درود وسلام کا نذرانہ پیش کرتے ہیں۔ مسجدِ نبوی خصوصاً ریاض الجنہ میں نوافل ادا کرتے ہیں۔ مسجدِ نبوی کے سامنے تاریخی قبرستان "بقیعِ غرقد" جس کو عُرفِ عام میں جنت البقیع کہا جاتا ہے اس میں مدفون اہلِ بیتِ اطہار رضی اللہ تعالیٰ عنہم، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور مشاہیرِ اسلام کی قبور پر حاضری دیتے ہیں۔

حج عالمِ اسلام کے اتحاد اور مساوات کا مظہر ہے۔ حج کے موقع پر امیر و غریب کا فرق مٹ جاتا ہے، دنیا بھر کے مسلمانوں کے درمیان اخوت و بھائی چارے اور اتفاق و اتحاد کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ حج کے موقع پر مسلمانوں میں آپس کے تعلقات، سیاست، تجارت، دفاع، تعلیم اور دیگر شعبوں میں تعاون اور ہم آہنگی کی فضا پروان چڑھتی ہے۔ یہ بات حج کے آداب میں شامل ہے کہ تمام حجاج کرام لڑائی جھگڑے، گالی گلوچ، فتنہ و فساد اور بے پردگی سے اجتناب کریں۔

قربانی

قربانی سے مراد اللہ تعالیٰ کے قرب کے حُصول کے لیے عید الاضحیٰ کے دنوں میں مخصوص جانور کو نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم اور آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے جدِ امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنّت کے مطابق ذبح کرنا ہے۔ عید الاضحیٰ کے دن قربانی سے زیادہ فضیلت والا کوئی عمل نہیں ہے۔ یہ دن سال کا افضل ترین دن شمار ہوتا ہے۔ قربانی نہ کرنے پر احادیثِ مبارکہ میں سخت وعید آئی ہے۔ نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کا ارشاد ہے:

> جس شخص کو قربانی کی وسعت ہو اور وہ قربانی نہ کرے تو وہ ہماری عیدگاہ کے قریب نہ آئے۔ (سنن ابنِ ماجہ: 3123)

عید کی نماز سے پہلے قربانی نہیں کی جا سکتی، اپنے ہاتھ سے قربانی کرنا افضل ہے اگر کوئی شخص اپنے ہاتھ سے جانور ذبح نہ کر سکتا ہو تو کوئی دوسرا مسلمان اس کی جگہ جانور ذبح کر سکتا ہے مگر اجازت ضروری ہے۔

قربانی کا فلسفہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لیے اپنی خواہشات کو قربان کر دیا جائے اور اس بات کا عہد کیا جائے کہ

Web version of PECTAA textbook Not for sale

اگر ہمیں اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی جان بھی قربان کرنی پڑے تو ہم دریغ نہیں کریں گے۔

مشق

سوال 1: درست جواب کا انتخاب کریں۔

(i) مناسکِ حج میں سے ہے:

(الف) احرام باندھنا (ب) غسل کرنا (ج) وضو کرنا (د) خوش بو لگانا

(ii) حدودِ حرم کا وہ مقام جہاں سے احرام باندھا جاتا ہے، کہلاتا ہے:

(الف) میقات (ب) عرفات (ج) مشعرِ حرام (د) مزدلفہ

(iii) وہ حج جس میں حج اور عمرہ کے لیے اکٹھے احرام باندھا جاتا ہے، کہلاتا ہے:

(الف) حجِ قران (ب) حجِ تمتّع (ج) حجِ مبرور (د) حجِ اکبر

(iv) حج کا رُکنِ اعظم ہے:

(الف) وقوفِ عرفات (ب) احرام باندھنا (ج) طواف کرنا (د) سعی کرنا

(v) عیدالاضحیٰ کے دن کا سب سے افضل عمل ہے:

(الف) لوگوں سے عید ملنا (ب) صاف ستھرے کپڑے پہننا (ج) غسل کرنا (د) قربانی کرنا

سوال نمبر 2: مختصر جواب دیں۔

(i) حج کی فرضیت بیان کریں۔
(ii) کوئی سے چار مناسکِ حج تحریر کریں۔
(iii) حج کی شرائط تحریر کریں۔
(iv) قربانی کا فلسفہ بیان کریں۔
(v) حج اُمتِ مسلمہ میں اجتماعیت کے فروغ کا کیسے سبب بنتا ہے؟

سوال نمبر 3: تفصیلی جواب دیں۔

- حج و قربانی کے احکام و مسائل پر جامع نوٹ تحریر کریں۔

سرگرمیاں برائے طلبہ و اساتذہ کرام

- حج کے احکام و مسائل (مفسدات، مکروہات) کی تفصیلات اپنے والدین اور مساجد وغیرہ سے سیکھیں۔
- حج اور قربانی کے فلسفہ پر کمرۂ جماعت میں مباحثے کا اہتمام کریں۔
- احرام باندھنے کی اور تلبیہ کہنے کی عملی مشق کریں۔
- حج کے درج ذیل مناسک کو ترتیبِ زمانی کے اعتبار سے لکھیں۔

تلبیہ	میقات / احرام باندھنا	رمی جمرات	حلق یا قصر
طوافِ زیارت	ھدی (قربانی)	وقوفِ عرفات	طوافِ وداع

Web version of PECTAA textbook
Not for sale